جامعہ حقانیہ کا ترجمان

ساہیوال
سرگودھا

مجلّہ الحقانیہ

صفر المظفر ۱۴۲۸ھ ○ مارچ ۲۰۰۷ء

بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

صفر المظفر ۱۴۲۸ھ مارچ ۲۰۰۷ء فہرست

☆☆☆☆☆☆☆

خط وکتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

فون: 048-6786002/6786899

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائز پرنٹنگ پریس بلاک 8 سرگودھا

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی اور امت مسلمہ کی ذمہ داری

یہ خبر وحشت اثر پوری دنیا میں پھیل چکی ہے کہ یہود نے قبلہ اوّل مسجد الاقصیٰ کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا ہے حتیٰ کہ اس کی ایک دیوار کو شہید کرنے کی افواہ بھی پھیلائی جارہی ہے۔

عالم اسلام اور مسلمانوں کے قلوب پر اس خبر سے جو اثر ہوا وہ بیان سے باہر ہے، کوئی ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی اسلامی شعائر کی بے حرمتی اور توہین برداشت نہیں کر سکتا، اس لئے اس پر جتنا احتجاج بھی کیا جائے کم ہے، لیکن یہ بھی واضح ہے کہ امریکہ کا پالتو اسرائیل جو کچھ بھی کر رہا ہے اپنے آقا امریکہ کے اشارہ پر ہی کر رہا ہے اور اتنی بڑی جسارت وجرأت وہ بہادر امریکہ کے اشارہ اور سرپرستی کے بغیر ہرگز نہیں کر سکتا۔

جہاں تک یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی کا معاملہ ہے تو اس پر ان کی تاریخ گواہ ہے کہ وہ ہمیشہ اہل اسلام کے دشمن رہے ہیں، حتیٰ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات مقدسہ کے قتل کا بدترین جرم بھی انہیں کا سیاہ اور ناقابل معافی جرم ہے، انہوں نے جس طرح حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پریشان کیا اور انہیں تکالیف پہنچائیں اس کیلئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ اور قرآن کریم بالخصوص سورت بقرہ کے پہلے حصہ کا مطالعہ ہی کافی ہے۔

جب فاران کی چوٹیوں سے آفتاب نبوت طلوع ہوا اور آپ نے تیرہ سال بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، مدنی دور میں جہاں منافقین نے اسلام دشمنی کی بنا پر اہل اسلام اور حضور اکرم ﷺ کو مسلسل پریشان کیا وہیں یہود و نصاریٰ نے بھی ہر طرح سے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، حضور اکرم ﷺ نے ہر ممکن کوشش فرمائی کہ یہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں لیکن یہ اپنی بے جا ضد، ہٹ دھرمی، حسد اور اسلام دشمنی کی بنا پر حق جاننے کے باوجود اسلام لانے کیلئے تیار نہ ہوئے، جبکہ یہ بخوبی جانتے تھے کہ آپ ﷺ ہی برحق اور وہی رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور تورات میں بھی آپ کا ذکر موجود ہے، لیکن ان تمام حقائق کو جان بوجھ کر انہوں نے نظر انداز کیا، آپ ﷺ کی توہین وتکذیب کی اور مسلمانوں کو بھی ہر طرح سے تکالیف پہنچائیں، حق تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ان کی اس روش بد کے پیش نظر واضح طور پر

فرمایاولن ترضی عنك الیهود ولا النصارٰی حتّٰی تتّبع ملّتهم (پ)یہود ونصاریٰ ہرگز آپ سے راضی نہیں ہوسکتے الا یہ کہ آپ ان کی ملت کا اتباع فرماویں۔

اس ارشادگرامی سے معلوم ہوا کہ یہود ونصاریٰ کسی قیمت پر بھی اسلام اور مسلمانوں کے خیرخواہ نہیں ہوسکتے اوران کی رضا کی صرف اورصرف ایک ہی صورت ہے کہ مسلمان اسلام کو چھوڑ کر یہودی ونصرانی بن جائیں(العیاذ باللہ)

اسی اسلام دشمنی کا نتیجہ ہے کہ اسرائیل نے مسلمانوں کے قبلہ اوّل پر قبضہ کیااوراب وہ مختلف حیلے بہانوں سے اسے گرانے کے درپے ہے،اللہ تعالیٰ انہیں تباہ وبرباد کریں اوران اسلامی شعائر کی حفاظت فرمائیں،ان ظالموں کے چنگل سے انہیں جلد آزاد فرمائیں،آمین۔

اس حوالہ سے تمام مسلمانوں اوراسلامی حکمرانوں کی ذمہ داری کیاہے یہ کوئی مخفی بات نہیں ہے، تمام امت مسلمہ اوراسلامی ممالک کے سربراہوں کو متحد ومتفق ہونے کی اس وقت انتہائی ضرورت ہےاوریہ سب کا مشترکہ فریضہ ہے کہ وہ سرجوڑکر بیٹھیں اورکوئی متفقہ لائحہ عمل مرتب کرکے اس پرعمل پیراہوں تاکہ کسی بھی غیراسلامی ملک یاغیرمسلم حکمران کو مسلمانوں کے خلاف کسی بھی اقدام کی جرأت نہ ہو،اگر عالم اسلام باہم متفق ومتحد ہوتا تو پھر آج مسلمانوں کواس قسم کے آفات ومصائب سے دوچار نہ ہونا پڑتا،لیکن افسوس! کہ عدم اتفاق کےعلاوہ مسلمانوں کا ہرچیز میں اختلاف ہے،اس حقیقت کوکسی نے یوں تعبیر کیاتھا اتّفق المسلمون علٰی ان لا یتّفقوا،اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ مسلمان غیرمسلموں سے نہ صرف مرعوب بلکہ ہرمعاملہ میں ان کے ماتحت ہیں،اسلامی ملک کے سربراہ اورحکمران بھی ان کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے ہیں،اے کاش! کہ عالم اسلام کےتمام مکاتب فکراورپوری امت مسلمہ اوراسلامی ممالک کےسربراہ متحد ومتفق ہو کرکفر کےمقابلہ میں سیسہ پلائی دیواربن کرقبلہ اوّل کویہود کے ہاتھ سےواپس لینے میں کامیاب ہوجائیں، مسجدالاقصیٰ اوربیت المقدس آج پھرکسی صلاح الدین ایوبی کی انتظارمیں ہے ع راستہ دیکھتی ہے مسجداقصیٰ تیرا

مسجدالاقصیٰ کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا،دنیا کی سب سے پہلی مسجد،مسجدالحرام اوردوسری مسجد،مسجد اقصیٰ ہےاوران دونوں کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہے،ارض شام کےمتعلق حق تعالیٰ نے بارکنا حولہ فرماکرپوری سرزمین شام کومبارک قراردیاہے،ایک حدیث پاک کےمطابق اللہ تعالیٰ نےعرش سےدریائےفرات تک مبارک زمین بنائی ہےاوراس میں سےفلسطین کی زمین کوتقدس عطافرمایااوراس میں دینی ودنیوی دونوں قسم کی برکتیں رکھی ہیں،دینی برکات یہ ہیں کہ وہ تمام انبیاء

سابقین کا قبلہ اور ان کا مسکن ومدفن ہے، دنیوی برکات اس سرزمین کی شادابی، عمدہ چشمے، نہریں، باغات سے ظاہر ہیں، حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق حق تعالیٰ نے ملک شام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ’’اے ملک شام! تو تمام شہروں میں سے میرا منتخب خطہ ہے اور میں تیری طرف اپنے منتخب بندوں کو پہنچاؤں گا‘‘ مسند احمد کی روایت کے مطابق دجال ساری زمین میں پھرے گا مگر چار مسجدوں تک اس کی رسائی نہ ہوگی مسجد مدینہ، مسجد مکہ مکرمہ، مسجد اقصیٰ، مسجد طور۔

حضور اکرم ﷺ معراج کی رات بیداری کی حالت میں مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک براق پر سوار ہوکر جو سفر فرمایا حق تعالیٰ نے اسے سورت بنی اسرائیل کی ابتداء میں ذکر فرمایا اور اس میں واضح طور پر آپ کے سفر اسراء کی ابتداء مسجد الحرام اور انتہا مسجد الاقصیٰ کو قرار دیا۔

جب آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے تو براق کو دروازہ کے قریب باندھ دیا اور آپ مسجد بیت المقدس میں داخل ہوئے اور اس کے قبلہ کی طرف تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا فرمائیں، پھر آپ زینہ کے ذریعہ آسمانوں پر تشریف لے گئے، معراج سے واپسی پر آپ بیت المقدس ہی اترے اور جن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مختلف آسمانوں پر آپ کی ملاقات ہوئی تھی وہ بھی آپ کے ساتھ اترے، اس وقت آپ نے نماز کا وقت ہونے پر سب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا فرمائی، حضرت جبرئیل امین کے اشارے سے سب کا امام بنا کر آپ کی سیادت اور سب پر فضیلت کا عملی ثبوت دیا گیا (از معارف القرآن بتغیر)

تفصیل بالا سے ارض شام اور مسجد الاقصیٰ کی فضیلت خوب واضح ہے، بخاری شریف کی روایت ہے کہ ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے سولہ، سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نمازیں ادا فرمائیں اور اس کے بعد جب تحویل قبلہ کا حکم آیا تو دوبارہ بیت اللہ شریف کی طرف رخ کے ساتھ نمازیں ادا کی جانے لگیں، یہ روایت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے (بخاری شریف ج ا ص ۱۰) معلوم ہوا کہ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصہ تفسیر حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہ

یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں، یعنی قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں اگر چہ کوئی نافہم اس میں شبہ رکھتا ہو، کیونکہ یقینی بات کسی کے شبہ کرنے سے بھی حقیقت میں یقینی ہی رہتی ہے، راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو جو یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر، یعنی جو چیزیں ان کے حواس وعقل سے پوشیدہ ہیں صرف اللہ ورسول کے فرمانے سے ان کو صحیح مان لیتے ہیں، اور قائم رکھتے ہیں نماز کو، قائم رکھنا یہ ہے کہ اس کو پابندی کے ساتھ اس کے وقت میں پورے شرائط وارکان کے ساتھ ادا کریں، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی نیک کاموں میں، اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جاچکی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا ایمان قرآن پر بھی ہے اور پہلی کتابوں پر بھی اور ایمان سچا سمجھنے کو کہتے ہیں، عمل کرنا دوسری بات ہے، جتنی کتابیں اللہ نے پہلے انبیاء پر نازل فرمائی ہیں ان کو سچا سمجھنا فرض اور شرط ایمان ہے، یعنی یہ سمجھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں وہ صحیح ہیں خودغرض لوگوں نے جو اس میں تبدیل تحریف کی ہے وہ غلط ہے، رہ گیا عمل، سو وہ صرف قرآن پر ہوگا پہلی کتابیں سب منسوخ ہوگئیں ان پر عمل جائز نہیں، اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں بس یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب، یعنی ایسے لوگوں کو دنیا میں تو یہ نعمت ملی کہ راہ حق ملی اور آخرت میں ہر طرح کی کامیابی ان کیلئے ہے (بیان القرآن)

سورت بقرہ کا ربط اور اس کی وجہ تسمیہ وخلاصہ پہلے لکھا جاچکا ہے اب اس کا زمانہ نزول اور اس کے فضائل واحکام لکھے جاتے ہیں، اس سلسلہ میں حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع دیوبندی قدس سرہ یوں رقم طراز ہیں:

زمانہ نزول: یہ سورت مدنی ہے یعنی ہجرت مدینہ طیبہ کے بعد نازل ہوئی، اگر چہ اس کی بعض آیات مکہ مکرمہ میں حج کے وقت نازل ہوئی ہیں، مگر وہ بھی باصطلاح مفسرین مدنی کہلاتی ہیں، سورت بقرہ قرآن کریم کی سب بڑی سورت ہے اور مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے اس کا نزول شروع ہوا اور مختلف زمانوں میں مختلف آیتیں نازل ہوتی رہیں یہاں تک کہ ربا یعنی سود کے متعلق جو آیات ہیں وہ آنحضرت ﷺ کی آخری عمر میں فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی، اور اس کی ایک آیت واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللّٰہ (ج ۲ ص ۲۸۱) تو قرآن

کی بالکل آخری آیت ہے جو ۱۰ہجری میں ۱۰ذی الحجہ کو منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی، جبکہ آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع کے فرائض ادا کرنے میں مشغول تھے (قرطبی) اور اس کے اسی نوے دن کے بعد آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور وحی الٰہی کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا۔

فضائل سورت بقرہ

یہ قرآن کریم کی سب بڑی سورت اور بہت سے احکام پر مشتمل ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سورت بقرہ کو پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت اور بدنصیبی ہے اور اہل باطل اس پر قابو نہیں پا سکتے، قرطبی نے حضرت معاویہ سے نقل کیا ہے کہ اس جگہ اہل باطل سے مراد جادوگر ہیں، مراد یہ ہے کہ اس سورت کے پڑھنے والے پر کسی کا جادو نہ چلے گا (قرطبی از مسلم بروایت ابوامامہ باہلی) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں سورت بقرہ پڑھی جائے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے (ابن کثیر از حاکم) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورت بقرہ سنام القرآن اور ذروۃ القرآن ہے، سنام اور ذروہ ہر چیز کے اعلیٰ و افضل حصہ کو کہا جاتا ہے اس کی ہر آیت کے نزول کے وقت اسی فرشتے اس کے جلو میں نازل ہوئے ہیں (ابن کثیر از مسند احمد) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ اس سورت میں ایک آیت ایسی ہے جو تمام آیات قرآن میں اشرف و افضل ہے اور وہ آیت الکرسی ہے (ابن کثیر از ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سورت بقرہ کی دس آیتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کو رات میں پڑھ لے تو اس رات کو جن، شیطان گھر میں داخل نہ ہوگا اور اس کو اس کے اہل و عیال کو اس رات میں کوئی آفت بیماری، رنج و غم وغیرہ ناگوار چیز پیش نہ آئے گی، اور اگر یہ آیتیں کسی مجنون پر پڑھی جائیں تو اس کو افاقہ ہو جائے گا، وہ دس آیتیں یہ ہیں، چار آیتیں شروع سورت بقرہ کی، پھر تین آیتیں درمیانی یعنی آیۃ الکرسی اور اس کے بعد کی دو آیتیں، پھر آخر سورت بقرہ کی تین آیتیں۔

احکام و مسائل

مضامین و مسائل کے اعتبار سے بھی سورت بقرہ کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ سورت بقرہ میں ایک ہزار امر اور ایک ہزار نہی اور ایک ہزار حکمتیں ایک ہزار خبر اور قصص ہیں (قرطبی و ابن کثیر) یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورت بقرہ کو تفسیر کے ساتھ پڑھا تو اس کی تعلیم میں بارہ سال خرچ ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ سورت آٹھ سال میں پڑھی (قرطبی)

درس حدیث

رحمۃ الفردوس ترجمہ بہجۃ النفوس

مؤلف: حضرت امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الازدی الاندلسی رحمہ اللہ

مترجم: شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ

ایمان کا پھل عمل ہے اور عمل کی پختگی اتباع سنت ہے

اور پختگی کے بعد ہی پھل میں حلاوت آ سکتی ہے

(۳۰) حلاوت ایمان کی حقیقت کمال ایمان ہے اور کمالِ ایمان کی علامت وہی ہے جو حدیث میں بیان کی گئی ہے (یعنی کسی سے محض اللہ واسطے محبت کرنا اور کفر سے ایسا گھبرانا جیسا آگ میں ڈالے جانے سے گھبراتا ہے) اور پھل میں شیرینی اسی وقت آتی ہے جب وہ پختہ ہو جائے پس ایمان کا پھل تو عمل ہے اور عمل کی پختگی اتباع سنت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کا عمل قبول نہیں فرماتے جب تک پختہ نہ ہو۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور عمل کی پختگی کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اس کو ریاء اور بدعت سے پاک وصاف رکھے، پس عمل کا خلاف سنت ہونا اس کیلئے ایک آفت ہے جو پختگی سے مانع ہے اور جب پھل پختہ ہی نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ شیرینی کے درجہ تک بھی نہ پہنچے گا، غرض جب عمل میں کوئی آفت آ جائے گی (خواہ ریاء سے یا مخالفت سنت سے) تو وہ پختہ نہ ہوگا (اور جب پختہ نہ ہوگا) تو قبول بھی نہ ہوگا۔

چنانچہ بعض عوام اسی دائرہ کے اندر رہیں کیونکہ وہ سنت سے جاہل ہیں اگر چہ ان میں سے بعضوں کو علوم کا دعویٰ ہے مگر جس علم کا عالم سنت (نبویہ) سے جاہل ہو وہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مصداق ہے ان من العلم لجھلا کہ بعض علم بھی جہل ہے۔

اور پوری پختگی (اور عمدگی) تو خاص ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے اور عمل کی کمال عمدگی یہ ہے کہ محض اللہ اور رسول کی محبت کی وجہ سے عمل کیا جائے اور کوئی غرض نہ ہو جیسا اس حدیث میں وارد ہوا، اس وقت اس کے عمل کی (اللہ تعالیٰ کے یہاں) قدر کی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ (اپنے خاص بندوں کی نسبت) فرماتے ہیں: انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاء ولاشکورا (کہ وہ مسکینوں یتیموں کو

اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے کھانا کھلاتے اور یوں کہتے ہیں کہ ہم تم کو صرف اللہ کیلئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے)(الوجه الثالث يرد على الحديث سوال و فيه حلاوة الايمان عبارة عن كماله الى قوله انما نطعمكم لوجه الله و ترجمته ملخصا)

ف: یہاں سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی جو بدون عمل ہی کے کمال ایمان کے مدعی ہیں، نیز ان کی غلطی بھی واضح ہوگئی جو عمل میں اتباع سنت کا اہتمام نہیں کرتے ،ان لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ ایمان کا پھل عمل ہے اور درخت اپنے پھل ہی سے پہچانا جاتا ہے ،جس درخت پر پھل نہ آئے تو وہ بالکل بیکار نہیں مگر زیادہ کارآمد بھی نہیں، پس ایمان بلا عمل دوسری قسم کا ایمان ہے جس سے یہ شخص ہمیشہ کیلئے تو جہنم میں نہ رہے گا مگر یہ بھی ضروری نہیں کہ جہنم میں داخل ہی نہ ہو الا ان يشاء الله اور جو عمل سنت کے موافق نہ ہو وہ پختہ اور شیریں نہیں ہوسکتا، اس لئے جس کو حلاوت ایمان حاصل کرنا ہو اس کو اتباع سنت کا اہتمام کرنا اور بدعات سے بچنا چاہئے آج کل بہت کم لوگ ہیں جو بدعات سے محفوظ ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

....

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے آخری لمحات

ابراہیم بن الجراح کہتے ہیں کہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مرض وفات میں ان کی عیادت کے لئے پہنچا تو دیکھا کہ ان پر غشی طاری ہے، تھوڑی دیر بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ میں ان کے پاس بیٹھا ہوں، مجھے دیکھتے ہی انہوں نے سوال کیا۔

''ابراہیم! بتایئے، حاجی کے لئے افضل طریقہ کون سا ہے؟ وہ پیدل رمی کرے یا سوار ہو کر؟''

میں نے عرض کیا ''پیدل کرنا افضل ہے''

امام ابو یوسف نے فرمایا ''یہ درست نہیں''

''پھر سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہوگا؟'' میں نے کہا۔

''نہیں'' امام ابو یوسف نے جواب دیا۔ ''یہ بھی درست نہیں''

پھر خود ہی فرمایا ''جس رمی کے بعد کوئی اور رمی کرنی ہو اس کا پیدل کرنا افضل ہے اور جس کے بعد کوئی اور رمی نہ ہو، اسے سوار ہو کر کرنا افضل ہے''

ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھے مسئلہ معلوم ہونے سے زیادہ اس بات پر تعجب ہوا کہ ابو یوسف رحمہ اللہ ایسی بیماری کی حالت میں بھی علمی مذاکرات کے کتنے شوقین ہیں؟

اس کے بعد میں ان کے پاس سے اٹھا اور ابھی دروازے تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ گھر سے عورتوں کے رونے کی آواز آئی، معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔ (حماد اللہ ساجد)

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

☆فرمایا ہمارے حاجی صاحب نے وساوس کا ایک عجیب علاج تجویز فرمایا کہ اگر بکثرت واقع ہوں اور دفع نہ ہوں تو اس مراقبہ میں مصروف ہو جاؤ کہ اللہ اکبر حق تعالیٰ نے قلب بھی کیا عجیب چیز بنائی ہے کہ اس میں دریا کی سی موجیں اٹھتی ہیں اور کسی طرح نہیں رکتیں، تو اس طرح سے وساوس صنع الٰہی کے مشاہدہ کا آلہ بن جائیں گے جو ایک باطنی طاعت ہے۔

☆فرمایا حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک صاحب کو ذکر بالجہر بتایا انہوں نے عرض کیا کہ اس میں تو ریا ہوگی، فرمایا جی ہاں اس میں ریا ہوگی اور اگر چپکے چپکے ذکر کی ہیئت بنا کر بیٹھو گے تو کیا لوگ یہ نہ سمجھیں گے کہ معلوم نہیں عرش کی سیر کر رہے ہیں یا کرسی کی تو یہ ریا نہ ہوگی؟

☆فرمایا ایک صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ ذکر میں نیند بہت آتی ہے، حضرت نے علاج ارشاد فرمایا کہ ایسے وقت میں حدیث میں ہے فلیرقد یعنی جب نیند آ جائے سو جاؤ، پھر اپنی طرف سے افادہ فرمایا کہ میری سمجھ میں تو یہ بات آئی ہے کہ ذکر جہر میں جو ریا کا شبہ ہوتا ہے یہ بھی نفس کا بہانہ ہے کہ ذکر جہر کرنے میں اگر کسی دن آنکھ نہ کھلی تو اہل محلّہ پر قلعی کھل جائے گی، اس لئے آہستہ آہستہ ہی کرنا چاہئے تا کہ کسی کو پتہ ہی نہ لگے سب معتقد رہیں، نفس کے ان بہانوں کو شیخ ہی خوب سمجھتا ہے۔

☆فرمایا ہمارے حضرت کی خدمت میں ایک نقشبندی آئے، ان کو قبض ہو گیا تھا، حضرت سے عرض کیا، فرمایا ذکر جہر کرو، کہنے لگے میرے شیخ نے نہیں بتایا، فرمایا تو ان کے پاس جاؤ میرے پاس کیوں آئے ہو، پھر انہوں نے ذکر جہر کیا تو قبض جاتا رہا۔

☆فرمایا مولوی صادق الیقین صاحب کو قبض ہوا، انہوں نے مجھے لکھا اور لکھا کہ میں نے ذکر بھی بڑھا دیا ہے مگر فائدہ نہیں ہوا، میں نے لکھا کہ بڑھانے سے ہی زیادہ قبض ہوا ہے، بالکل چھوڑ دو، سیر و تفریح کرو، دوستوں سے ملو، لذیذ چیزیں کھاؤ، اس سے بس قبض جاتا رہا، راز یہ تھا کہ کثرت مجاہدات سے طبیعت ملول ہو گئی تھی، اسباب تفریح سے نشاط پیدا ہو گیا، پھر فرمایا کہ میں کیا اور رایسی دقیق تدبیر کیا، مگر جب حق تعالیٰ کسی کو کوئی خدمت سپرد کرتے ہیں اس کا فہم بھی دے دیتے ہیں، ان ہی کی دستگیری سے سب باتیں سمجھ میں

آ جاتی ہیں، کوئی اپنے علم وفہم پر ناز نہ کرے اپنے علوم کو اپنا کمال نہ سمجھے، ورنہ جو اہل افادہ ہیں وہ افادہ ترک کر کے دیکھ لیں کہ سب سلب ہو جائے گا، بس یہ علوم مکسوبہ نہیں موہوبہ ہیں جبتک القاء کرتے ہیں تلقی ہوتی رہتی ہے اور اگر ناز کریں سب بند ہو جائے۔

☆فرمایا نقشبندیہ، چشتیہ وغیرہ سب نام ہیں اور حقیقت سب کی ایک ہے یعنی اولئك حزب اللہ الاان حزب اللہ ھم المفلحون نیز نقشبندیوں کا مذاق چشتی ہوتا ہے اور بعض چشتیوں کا نقشبندی، یہ تقسیم ایسی ہی ہے جیسے وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا مگر اب تو ان قیود کو ہی مقصود بالذات سمجھنے لگے ہیں۔

☆سلسلہ گفتگو میں فرمایا ایک صاحب حج کرنے گئے وہاں جا کر شافعی ہو گئے، میرے پاس اس کی اطلاع کا خط آیا، میں نے لکھا کہ یہاں نہ شافعی عالم ہیں اور نہ تمہارے پاس ان کی پوری کتابیں ہیں اگر کوئی نیا مسئلہ پیش آئے گا تو پوچھو گے کس سے، ان سے اس کا جواب نہ بن پڑا تو حنفی ہو گئے، میں نے بھی اسی نیت سے لکھا تھا۔

☆مسلمانوں کی سراسیمگی کے تذکرہ پر فرمایا کوئی تدبیر بدون نظم کے مفید نہیں ہوتی، پس نظم کا اہتمام کرنا چاہئے۔

☆فرمایا ایک صاحب نے مجھ کو خط میں اپنی کسی درخواست کی تقویت کیلئے حدیثیں لکھیں، میں نے جواب میں لکھا ہے کہ کیا میں ان حدیثوں سے جاہل ہوں یا جان کر عمل نہیں کرتا، دونوں صورتوں میں مجھ سے تعلق مضر ہے کیونکہ پہلی صورت میں تو جاہل ہوا اور دوسری صورت میں بدعمل اور دونوں تعلق کے قابل نہیں، لوگ اپنی علمی لیاقت جتاتے ہیں، اب انجان آدمی تو یہ کہے گا کہ حدیثوں سے چڑ گیا (نعوذ باللہ) معترض تو اسی عنوان سے تعبیر کرے گا، دیکھئے یہ لوگ ایک تو علم کا دعویٰ کر رہے ہیں، دوسرے مخاطب کو مجبور کر رہے ہیں کہ ضرور درخواست منظور کرو ورنہ ان حدیثوں کے خلاف ہوگا، اگر یہ قصد بھی نہ ہوگا تو ایہام تو ضرور ہے، سو ایہام سے بھی بچنا چاہئے، پھر فرمایا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے دقیق ادب کے قواعد بعد کے لوگوں نے بنا لئے ہیں متقدمین میں نہ تھے حالانکہ خود سلف سے اس کے اشباہ منقول ہیں، چنانچہ کسی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ علقمہ افضل ہیں یا اسود، آپ نے فرمایا ہمارا تو منہ بھی اس قابل نہیں کہ ہم ان حضرات کا نام بھی لیں پھر تفضیل کیسی۔

فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول المخلوقات اور واسطۂ فیوضات ہیں

قرآن کریم میں ارشاد ہے انّا ارسلنٰك شاهدا وّمبشّرا وّنذيرا o وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا o (پ۲۲ رکوع ۹)

چراغ سے تشبیہ کی وجہ

اس آیت کریمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چراغ سے تشبیہ دے کر روشن چراغ فرمایا گیا ہے، چراغ میں ایک ایسی خاص صفت ہے جو نہ آفتاب میں ہے اور نہ ماہتاب میں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن چراغ فرمایا گیا ہے۔

چراغ کی خاص صفت

چراغ میں تین صفات ہیں ایک اس کا خود روشن ہونا، دوسری صفت اس میں یہ ہے کہ دوسرے کو روشنی دینا، چراغ کی وجہ سے دوسری چیزیں ظلمت سے نور میں آجاتی ہیں، ان دو صفتوں میں تو چراغ اور آفتاب و ماہتاب سب شریک ہیں مگر ایک تیسری صفت چراغ میں ایسی ہے جو آفتاب و ماہتاب میں نہیں ہے کہ اس سے دوسرا چراغ روشن ہوسکتا ہے، چنانچہ ایک چراغ سے سینکڑوں چراغ روشن کرتے جاتے ہیں مگر آفتاب و ماہتاب سے دوسرا آفتاب و ماہتاب روشن نہیں ہوسکتا، مطلب یہ ہے کہ آفتاب و ماہتاب دوسری چیزوں کو منوَّر (باسم مفعول) یعنی روشن تو کرتے ہیں مگر منوِّر (باسم فاعل) یعنی روشنی دینے والا نہیں کرتے اور چراغ دوسری چیزوں کو منوَّر بھی کرتا ہے اور منوِّر بھی کردیتا ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آفتاب و ماہتاب سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ روشن چراغ فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ چراغ کی طرح نورانی ہونے کے ساتھ دوسروں کو منوَّر روشن تو کرتے ہی ہیں بعض کو منوِّر روشنی دینے والا بھی بنانے والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا کمال یعنی منوَّر روشن کرنے کا فیض تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ظاہر ہوا اور دوسرا کمال انبیاء علیہم السلام میں ظاہر ہوا، جتنے بھی انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے ان سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی فیض حاصل کیا اور جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو کر بجائے خود مستقل منوِّر ہو جاتا ہے یہی شان

انبیاء علیہم السلام کی ہے کہ وہ آپ ﷺ سے فیض حاصل کر کے مستقل منوّر ہو گئے تھے، کسی امتی کی یہ حالت نہیں ہے کیونکہ امتی کے اندر جو فیض اور نور آپ ﷺ کے واسطے سے آتا ہے وہ اس میں مستقل نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ انبیاء علیہم السلام کے کمالات کیلئے تو بمنزلہ واسطہ فی الثبوت ہیں کہ ذی واسطہ بھی اس کمال کے ساتھ حقیقۃً موصوف ہو جاتا ہے اور واقعہ میں وہاں دو صفتیں ہوتی ہیں ایک واسطہ کی ایک ذی واسطہ کی، اور امتیوں کیلئے بمنزلہ واسطہ فی العروض کے ہیں کہ اس میں ذی واسطہ حقیقۃً اس کمال کے ساتھ موصوف ہی نہیں ہوتا بلکہ محض مجازاً متصف ہوتا ہے کیونکہ وہاں واقعہ میں ایک ہی صفت ہوتی ہے واسطہ میں اور ذی واسطہ میں کوئی صفت ہوتی ہی نہیں، اسی طرح امتیوں میں واقع میں صفت تنویر کی ہے ہی نہیں وہ حضور ﷺ کی صفت ہے کہ امتیوں کی طرف مجازاً منسوب کر دی جاتی ہے، بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ واقع میں بھی ان میں تنویر کی صفت تھی گو آپ کی برکت سے تھی۔

آپ ﷺ جامع کمالات تھے

یہ مسئلہ اجماعی اور تمام اہل حق کا متفق علیہ ہے کہ آپ ﷺ جمیع کمالات انبیاء علیہم السلام کے جامع ہیں، اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں آتا ہے کہ ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء علیہم السلام کے فضائل میں گفتگو کر رہے تھے حضور ﷺ اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ واقعی حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ ہیں الا انّ صاحبکم حبیب اللّٰہ۔

اس واقعہ میں حضور ﷺ نے اپنی یہ خاص صفت حبیب اللہ اپنی فضیلت ظاہر کرنے کیلئے بیان فرمائی ہے اس لئے کہ حبیب اللہ کا صیغہ خلیل سے بھی بڑھا ہوا ہے چنانچہ خلیل تو محبوب کی طرح محبّ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور حبیب اللہ صرف محبوب ہی کو کہتے ہیں۔

....

دعاء صحت کی درخواست

مصلح الامت حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور کچھ دنوں سے زیادہ علیل ہیں، قارئین الحقانیہ سے انکی شفایابی کیلئے دعاء کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت کاملہ و عاجلہ و مستمرہ عطا فرمائیں، اللّٰہم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ

فضائل درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

☆ درود شریف پڑھنے والوں کی خطاؤں کا کفارہ بنتا ہے۔ ☆ درود شریف پڑھنے والوں کیلئے خودمغفرت طلب کرتا ہے۔ ☆ درود شریف پڑھنے والے کےنامۂ اعمال میں قیراط کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے جواحد پہاڑ کے برابر ہے۔ ☆ درود شریف پڑھنے والے کے اعمال کو پاکیزہ بنادیتا ہے۔

☆ درود شریف خطاؤں کو مٹادیتا ہے۔ ☆ درود شریف کا ثواب غلام آزاد کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔ ☆ درود شریف پڑھنے والے کیلئے قیامت کے دن نبی کریم ﷺ شاہد وگواہ بنیں گے۔ ☆ درود شریف پڑھنے والے کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت واجب ہوگی۔ ☆ درود شریف پڑھنے والے پراللہ کی رضااوراس کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ☆ درود شریف پڑھنے والے کواللہ کی ناراضگی سے امن حاصل ہوتا ہے۔ ☆ درود شریف پڑھنے والا قیامت کے دن عرش کے سایہ میں داخل ہوگا۔ ☆ دور د شریف کی برکت سے اعمال کے تلنے کے وقت نیک اعمال کا پلڑا جھک جائے گا۔ ☆ درود شریف پڑھنے والے کوحوض کوثر پر حاضری نصیب ہوگی۔ ☆ درود شریف پڑھنے والے کوقیامت کے دن کی پیاس سے امن نصیب ہوگا۔ ☆ درود شریف پڑھنے سے جہنم کی آگ سے خلاصی نصیب ہوگی ☆ درود شریف پڑھنے والا پل صراط سے آسانی سے گزرجائے گا۔ ☆ درود شریف پڑھنے والا مرنے سے پہلے اپنا مقرب ٹھکانہ جنت میں دیکھ لےگا۔ ☆ درود شریف پڑھنے سے جنت میں بہت ساری بیبیاں ملیں گی۔ ☆ درود شریف نادار کیلئے صدقہ کے قائم مقام ہوگا۔ ☆ درود شریف زکوٰۃ اورطہارت ہے۔ ☆ درود شریف پڑھنے سے مال میں برکت ہوگی۔ ☆ درود شریف لکھنے سے مال میں برکت ہوگی۔ ☆ درود شریف پڑھنے والے پراللہ جل شانہ،اس کے فرشتے اورحضور اقدس حضور ﷺ خوددرود بھیجتے ہیں۔ ☆ درود شریف پڑھنے والے کی سوحاجتیں بلکہ اس سے بھی زیادہ پوری ہوتی ہیں۔ ☆ درود شریف اعمال میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ☆ درود شریف کے پڑھنے والا مجالس کیلئے زینت ہے۔ ☆ درود شریف فقر اور تنگی

معیشت کو دور کرتا ہے۔ ☆ درود شریف کے ذریعہ اسباب خیر تلاش کئے جاتے ہیں۔ ☆ درود شریف پڑھنے والا قیامت کے دن حضور اقدس ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ ☆ درود شریف کی برکت سے خود درود پڑھنے والا اور اس کے بیٹے اور پوتے نفع مند ہوتے ہیں۔ ☆ درود شریف سے اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں تقرب حاصل ہوتا ہے۔ ☆ درود شریف نور ہے اور دشمنوں پر غلبہ حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ ☆ درود شریف دلوں کو نفاق اور زنگ سے پاک کرتا ہے۔ ☆ درود شریف لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔ ☆ درود شریف خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کا ذریعہ ہے۔ ☆ درود شریف پڑھنے والا محفوظ رہتا ہے اس سے کہ لوگ اس کی غیبت کریں۔ ☆ درود شریف بابرکت اعمال میں سے ہے۔ ☆ درود شریف ایک دفعہ ایک صالح بزرگ نے ایک ہی دفعہ پڑھ کر قبرستان والوں کو ایصال ثواب کیا تو ستر ہزار مردوں سے سخت عذاب دور کر دیا گیا۔ ☆ درود شریف کی کثرت سے امام شافعی کو جنت میں عظیم مقام عطاء کیا گیا۔ ☆ درود شریف سے مکھی کا شہد میٹھا ہوجاتا ہے۔ ☆ درود شریف حضور ﷺ خود سنتے ہیں جواب بھی دیتے ہیں۔

(ماخوذ از رسالہ فضائل درود شریف)

یا رب صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبك خیر الخلق کلھم

....

قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے اعضاء شریفہ کا ذکر

آنحضرت ﷺ کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ ﷺ کے ایک ایک عضو مبارک کا الگ الگ ذکر فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کے بارے میں ارشاد ہے "قد نری تقلب وجھك" آنکھوں کے بارے میں ہے "ولا تمدن عینیك" اور زبان مبارک کے بارے میں ارشاد ہے "فانما یسرناہ بلسانك" اور ہاتھ اور گردن کا ذکر ایک ساتھ ہے "ولا تجعل یدك مغلولة الیٰ عنقك" اسی طرح سینے اور پشت مبارک کا ذکر سورہ الم نشرح میں ایک ساتھ کیا گیا ہے "الم نشرح لك صدرك ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظھرك" اور قلب مبارک کا ذکر اس آیت میں ہے "نزل به الروح الامین علیٰ قلبك"

(محمد عارف حقانی اٹک)

حضرت اقدس مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

جذبۂ تحقیق اور اس کے نتائج (آخری قسط)

اعتراض

مولانا کا ایک اعتراض یہ بھی ہے ”کہ پہلی تفسیر کی رو سے حتیٰ توارت کی ضمیر بالکل بے قاعدہ شمس کی طرف راجع ہوتی ہے، حالانکہ اس سارے واقعہ میں کہیں شمس کا ذکر نہیں ہے اور بلا ذکر مرجع صرف اللہ کی طرف تو ضمیر راجع ہوتی ہے کیونکہ وہ ذہن میں حاضر ہوتا ہے اور کسی کی طرف نہیں، پھر یہاں تو علانیہ طور پر الصفنٰت الجیاد مذکور ہے جس کی طرف توارت بالحجاب کی ضمیر راجع ہے (البلاغ)

ضمیر کے راجع کرنے کیلئے اتنا کافی ہے کہ مرجع پر کوئی دلیل قائم ہو جیسا کہ کشاف کی مذکورہ عبارت میں تصریح کی گئی ہے لا بدللمضمر من جری ذکر او دلیل ذکر (کشاف ج ۳ ص ۳۸۴)

اس آیت میں شمس کا ذکر اگرچہ صراحۃً ضمیر سے مقدم نہیں ہے مگر دلیل ذکر عشی کا ذکر موجود ہے اور یہی اس کی دلیل ہے کہ توارت کی ضمیر کا شمس کی طرف راجع ہونا بغیر ذکر مرجع اور بے قاعدہ نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس اس ضمیر کو الصفنٰت الجیاد کی طرف راجع کر کے اس کا مطلب تواری الخیل بالحجاب بنانا عبارت کو رکیک بنا دیتا ہے۔

غرضیکہ بیان القرآن کی تفسیر پر جس قدر اعتراضات اور شبہات کا مولانا نے ذکر کیا ہے ان سب کا جواب محققین ائمہ مفسرین کے کلام میں موجود ہے جبکہ ابھی اوپر تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے اس لئے اس تفسیر کو غلط قرار دینا خود غلط اور بے دلیل ہے۔

اور آیت نعم العبد انہ اوّاب میں غور کرنے سے واضح ہے کہ یہ واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اوّاب (بہت رجوع کرنے والا) ہونے کی دلیل کے طور پر ذکر فرمایا گیا ہے اور مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ان سے اپنے معمول میں معمولی سی غفلت اور ذہول کا صدور ہوا تو اس کا بھی فوراً تدارک اللہ کی طرف رجوع کر کے فرمالیا ہو واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

اب حدیث مرفوع اور آثار سلف نیز ائمہ مفسرین کی تصریحات سے قطع نظر کر لینے کے بعد ہی ممکن ہو سکتا ہے کہ اس تفسیر کی تغلیط کی جائے ورنہ اصول تفسیر کی رو سے اس کی تغلیط ناممکن ہے، اسی لئے ایسے ہی بعض مفسرین نے اس کو رد کیا ہے جن پر فلسفہ اور عقلیت کا رنگ غالب ہے اور وہ تفسیر قرآن میں احادیث

اورآثارسلف کی پابندی نہیں کرتے۔

دوسری آیت

کشف ساق کے معنی:مولانا نے لکھا ہے کہ یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطیعون اس آیت کا ترجمہ عموماً یہ کیا جاتا ہے کہ(جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اورسجدہ کی طرف لوگوں کو بلایا جائے گا سو یہ لوگ سجدہ نہیں کرسکیں گے) حالانکہ ساق پنڈلی کا کھولنا عرب کے محاورہ کے طور پر لایا گیا ہے......اگرعرب کے محاورات کو جو کمال بلاغت کیلئے قرآن مجید میں لائے گئے ہیں لفظی ترجمہ میں ظاہر کیا جائے گا تو کلام بے معنی بلکہ ہذیان بن جائے گا(جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گی) اس میں تجلی فرمانے کے تعظیمی الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساق کا علاقہ معاذاللہ اللہ تعالیٰ سے ہے(البلاغ)

حق تعالیٰ کیلئے اعضاء، ید،وجہ،ساق وغیرہ کے الفاظ قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ حق تعالیٰ جسم اورجسمانیات اورجسم کی تمام صفات وخصوصیات سے بالاتر ہے،اس لئے جمہور علماءامت کا عقیدہ یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ یہ الفاظ اپنی جگہ پرحق ہیں اوران کی جو مراد حق تعالیٰ کی ہے وہ صحیح ہے مگران الفاظ کی حقیقت کے جاننے کی فکر کو اپنی عقل سے بالاتر ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا جائے اور جن متاخرین علماء نے ان الفاظ کے کوئی معنی بیان فرمائے ہیں ان کے نزدیک بھی وہ محض ایک احتمال کے درجہ میں ہیں کہ شاید یہ معنی ہوں ،اس معنی کو وہ بھی یقینی قرارنہیں دیتے اور ظاہر ہے کہ احتمالات سے کسی حقیقت کا انکشاف نہیں کرسکتے اس لئے صاف اورسیدھا مسلک سلف صالحین اورصحابہ وتابعین ہی کا ہے جنہوں نے ایسے الفاظ کی حقیقت کو علم الٰہی کے سپرد کرنے پر قناعت فرمائی ہے(ازمعارف)

ظاہر ہے کہ ساق جس کے لفظی معنی پنڈلی کے ہیں یہ بھی وجہ(چہرہ)اوریدِ(ہاتھ)وغیرہ کی طرح ایسے ہی متشابہات میں سے ہے،جن کے معنی معلوم اور کیفیت مجہول ہے،یعنی یہ تو معلوم ہے کہ ید کے معنی ہاتھ اوروجہ کے معنی چہرہ اورساق کے معنی پنڈلی کے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ اوراس کا چہرہ اور پنڈلی کس طرح کی ہے،معاذاللہ اگر یہ اعضاء ہمارے اعضاء کی طرح ہوں تو جسمیت اورتشبیہ لازم آئے گی، اس لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ حق تعالیٰ کی دوسری صفات کی طرح صفت ید اورصفت وجہ بھی بے مثل اوربے چون ہے اوران کے وہی معنی مراد ہیں جو اس کی شان کے لائق ہیں،اسی طرح ساق سے بھی کوئی ایسی خاص صفت مراد ہے،جس کو کسی خاص مناسبت کی وجہ سے ساق سے تعبیر فرمایا گیا ہے مگراس کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔

بخاری شریف کی کتاب التفسیر میں اسی آیت کی تفسیر میں حضورﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے:

یکشف ربنا عن ساقه فیسجدله کل مؤمن ومؤمنة ویبقی من کان یسجد فی الدنیا ریاء وسمعة فیذهب یسجدفیعود ظهره طبقاواحدا (بخاری ص ۷۳۱ ج ۲)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت کے روز ساق کی تجلی ہوگی اور اس تجلی کو دیکھ کر تمام ایمان والے مرد وعورت سجدے میں گر پڑیں گے، مگر جو شخص ریاء سے سجدہ کرتا تھا اس کی کمر تختہ کی طرح رہ جائے گی، وہ سجدہ نہ کرسکے گا اور کفار کا سجدہ پر قادر نہ ہونے کا تو اس آیت میں بھی ذکر ہے، بخاری کی کتاب التفسیر میں اس آیت کے تحت اس حدیث کو روایت کرنے سے واضح ہو رہا ہے کہ آیت میں کشف ساق سے مراد یہی تجلی ساق ہے جس کا تذکرہ حدیث شریف میں کیا گیا ہے۔

بیان القرآن میں آیت مذکورہ کا یہ ترجمہ جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گی، جس کو مولانا نے نقل کیا ہے اسی مرفوع حدیث کے پیش نظر کیا گیا ہے۔

اب اگر کشف ساق سے محاورہ عرب کے مطابق احوال محشر کی شدت کا اظہار مراد لینا درست بھی ہو، تو بھی پہلی تفسیر کو جو حدیث صحیح پر مبنی ہے، صریح غلطیوں میں شمار کرنا کسی طرح درست نہیں ہوسکتا، بلکہ حدیث مرفوع کی تائید کی وجہ سے بیان القرآن کی اختیار کردہ تفسیر کو ترجیح حاصل ہوگی۔

مولانا نے لکھا ہے کہ ساق کا علاقہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ سے ہے، حالانکہ حدیث بخاری کے الفاظ یکشف ربنا عن ساقه سے ساق کا علاقہ اللہ تعالیٰ سے ثابت ہو رہا ہے تو کیا مولانا وجہ اللہ، ید اللہ میں بھی وجہ اور ید کے علاقہ کو اللہ تعالیٰ سے نفی کریں گے اور اگر وہ وجہ اور ید کے علاقہ کو اللہ تعالیٰ سے درست تسلیم کرتے ہیں تو ساق کے علاقہ کو تسلیم کرنا ان کے جذبۂ تحقیق کے کیوں خلاف ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدۃ نساء اہل الجنۃ کہنا

مولانا نے اپنے مراسلہ میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدۃ نساء اہل الجنۃ کہنا بچند وجوہ محل نظر ہے، اول تو خود اس کا راوی شک کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کی تسلی کیلئے یہ فرمایا، یا یہ فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی اور یہی صحیح ہے کیونکہ صدمہ فراق کا تدارک وصال سے ہوتا ہے نہ کہ دوسرے عطیات سے، پھر لستن کاحد من النساء کے بھی معارض ہے اور حضرت خدیجہ و عائشہ کی فضیلت کے بھی خلاف ہے (الحق)

بخاری شریف کی روایت کے الفاظ براویت مسروق عن عائشہ رضی اللہ عنہا حسب ذیل ہیں:

فقالت اسرالی ان جبرئیل کان یعارضنی القرآن کل سنة مرة وانه عارضنی

العام مرتین ولااراہ الاحضر اجلی وانك اول اھل بیتی طاقابی فبکیت فقال اماترضین ان تکون سیدۃ نساء اھل الجنۃ او نساء المومنین فضحکت لذلك (بخاری ص ۵۱۲ ج ۱)

اس روایت کے راوی مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دونوں ہی جملوں انك اوّل اھل بیتی طاقابی اور ان تکون سیدۃ نساء اھل الجنۃ کو بغیر شک کے جزم کے ساتھ روایت کیا ہے اور دونوں ہی جملے صحیح ہیں، ان دونوں جملوں کے روایت کرنے میں راوی نے شک کا کوئی حرف ذکر نہیں کیا، مولانا بلاوجہ اس میں راوی کا شک بتلاتے ہیں اور پھر صرف ایک ہی کو صحیح قرار دیتے ہیں اور اگر مولانا کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسروق نے تو اس جملہ ان تکون سیدۃ نساء اھل الجنۃ کو روایت کیا ہے لیکن عروہ نے اس جملہ کو روایت نہیں کیا بلکہ صرف پہلے جملہ کو ہی روایت کیا ہے تو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک راوی نے ایک جملہ کو دوسرے راوی سے زیادہ روایت کیا، اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا روایت کردہ زیادہ لفظ مقبول ہوتا ہے اور مسروق راوی ثقہ ہے، اس لئے اس کا زیادہ روایت کردہ جملہ مقبول ہے، پھر عروہ نے مسروق کے روایت کردہ جملہ کی نفی نہیں کی جس سے دونوں کی روایت میں تعارض ثابت ہوتا، بلکہ مسروق نے ایسے لفظ کو زیادہ روایت کیا ہے جو عروہ کی روایت کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے، اسی لئے مسروق کی روایت عروہ کی روایت کی نسبت زیادہ جامع ہے اور اسی وجہ سے علامہ ابن حجر اور علامہ قسطلانی وغیرہ شارحین بخاری نے مسروق کی اس روایت کو عروہ کی روایت پر ترجیح دی ہے ورجح حدیث مسروق لاشتمالہ علی زیادۃ لیست فی حدیث عروہ وھی کونھا سیدۃ نساء اھل الجنۃ کذافی القسطلانی قال صاحب الخیر الجاری ورجح فی الفتح روایۃ مسروق علی روایۃ عروہ (حاشیہ جاری ص ۵۱۶ ج ۲)

جب اصول حدیث کی رو سے سیدۃ نساء اہل الجنۃ کی روایت مقبول اور مسروق کی حدیث راجح ہے تو اس کے بارہ میں شک ثابت کرنے کی کوشش اصول حدیث کو نظر انداز کرکے ہی نتیجہ خیز ہوسکتی ہے۔

شبہ کا ازالہ

مولانا کا یہ شبہ قابل التفات نہیں ہے کہ حدیث کا یہ جملہ آیت لستن کاحدمن النساء اور حضرت خدیجہ و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت کے خلاف ہے، کیونکہ اس آیت میں ازواج النبی اور نساء النبی ہونے کی خاص حیثیت سے تمام عالم کی عورتوں پر ازواج مطہرات کی افضلیت بیان فرمائی گئی ہے اس سے عام فضیلت مطلقہ ثابت نہیں ہوتی جس سے اس جملہ اور آیت میں تعارض کا شبہ درست ہوسکتا۔

دوسرے یہ کہ ازواج مطہرات کی فضیلت چونکہ اس آیت سے ثابت شدہ ہے اس لئے وہ اس سیادت فاطمہ کے عموم میں داخل نہیں ہیں جیسا کہ سیدالشہداء کی تحقیق میں گزر چکا ہے، لیکن دوسری نساء اہل جنت پر سیادت فاطمہ کے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

کیا یہ بھی تحقیق کا کوئی اصول ہے کہ حدیث صحیح سے ثابت شدہ سیادت فاطمہ کا مطلقاً اس لئے انکار کر دیا جائے کہ اس کا بظاہر ازواج مطہرات کے حق میں تعارض معلوم ہوتا ہے؟۔

دوسرے شبہ کا ازالہ

رہا مولانا کا یہ خیال کہ صدمہ فراق کا تدارک وصال سے ہوتا ہے نہ کہ دوسرے عطیات سے، تو یہ بھی قابل التفات نہیں ہے کیونکہ صدمہ فراق کے تدارک کیلئے وصال اور عطیہ سیادت دونوں کی خبر دی گئی ہے اور چونکہ یہ سیادت جنتی عورتوں پر آخرت میں وصال کے بعد حاصل ہونے والی تھی اس لئے اس کو خبر وصال سے بھی مناسبت ہے اور ایسے وقت میں اس خوش کن خبر کا ذکر بڑا برمحل ہے اور صدمہ فراق کے ازالہ کیلئے بہت ہی مؤثر تھا، مولانا کا اس عطیہ سیادت کو تدارک فراق اور خبر وصال سے بے تعلق سمجھ کر اس روایت کا ہی انکار کر دینا کسی مخصوص مکتب فکر اور خاص نظریہ کی تائید وحمایت کا غماز ہے۔

مسئلہ ظہور مہدی کا ماخذ

مولانا لکھتے ہیں: اسی طرح ظہور مہدی کا مسئلہ ہے جو ہم نے قدرے اصلاح وترمیم کے ساتھ روافض سے حاصل کیا ہے (الحق)

امام مہدی کا تذکرہ ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ نے امام مہدی کے عنوان سے علیحدہ باب قائم کر کے کیا ہے اور شارح عقیدہ سفارینی نے امام مہدی کی تشریف آوری کے متعلق معنوی تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور اس کو اہل سنت کے ضروری عقائد میں شمار کیا ہے، قاضی شوکانی نے اپنے رسالہ میں اور شیخ علی متقی نے بھی منتخب کنزالعمال میں اس کا کافی مواد جمع کر دیا ہے، حافظ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں اور حافظ ذہبی مختصر منہاج السنۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

الاحادیث التی یحتج بہا علی خروج المھدی صحاح رواھا احمد وابوداؤد والترمذی منہا حدیث ابن مسعود وام سلمۃ وابی سعید وعلی (مختصر ص۵۳۴)

اور مسلم شریف کی اس حدیث سے بھی ظہور مہدی کا پتہ چلتا ہے جس میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت مسلمانوں کے امیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھانے کی پیش کش کریں گے،

دوسری احادیث کی روشنی میں اس مبہم امیر کی تفسیر اور اس کی تعین جب کی جائے گی تو مسلم شریف کی حدیث مفسر سے امام مہدی کے ظہور کا مسئلہ ثابت ہو جائے گا، تفصیل کیلئے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا رسالہ ''الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح'' اور دوسرا رسالہ ''موخرۃ الظنون فی مقدمہ ابن خلدون'' کا ملاحظہ کیا جائے۔

اس مختصر تفصیل سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اہل سنت کے اس مسئلہ ظہور مہدی کا ماخذ بھی دوسرے بہت سے مسائل کی طرح احادیث صحیحہ ہیں، مولانا کا یہ خیال غلط اور حقیقت کے خلاف ہے کہ اہل سنت نے اس کو روافض سے حاصل کیا ہے، روافض کی توہم پرستی اور اس مسئلہ میں بے ثبوت باتوں کے شامل کردینے کی وجہ سے ایک ثابت شدہ حقیقت اور اہل سنت کے متفقہ مسئلہ ظہور مہدی کا انکار کردینا تردید رفض کا صحیح طریقہ نہیں کہلا سکتا بلکہ یہ طریقہ دوسرے مسائل اور دوسری احادیث صحیحہ سے بھی اعتماد اٹھا دینے اور مسلک اہل سنت کی بنیاد کے انہدام کا ذریعہ بن رہا ہے اس طریقہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اہل سنت کے مسلمہ مسائل کی تسلیم کے ساتھ روافض کی خرافات کی تردید کرنے کی صلاحیت اور ان کے حملوں سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت سے یہ لوگ عاری ہیں جن لوگوں نے اس طریقہ کو اپنایا ہے، اس لئے وہ تردید روافض کیلئے اہل سنت کے مسلک میں قطع و برید کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں پاتے۔

جذبۂ تحقیق کا ایک اور نمونہ

اسی طرح کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' کے مؤلف جناب محمود احمد عباسی (کراچی) بھی اپنے جذبۂ تحقیق کی تسکین کی خاطر تردید رفض کا لبادہ اوڑھ کر تاریخی ریسرچ و تحقیق کے نام پر اہل سنت کے بہت سے مسلمہ مسائل کو بدلنے اور احادیث صحیحہ کو کھلم کھلا موضوع اور جعلی و مہمل قرار دینے کی خدمت انجام دینے میں مصروف ہیں، انہوں نے بھی ظہور مہدی اور اس سے بڑھ کر نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج دجال جیسے قطعیات اسلام کا انکار کر دیا ہے اور حدیث سیدۃ نساء اہل الجنۃ اور حدیث سیدا شباب اہل الجنۃ کو بھی موضوعات میں شمار کیا ہے، ان کی کتاب ''تحقیق سید و سادات'' میں لکھا ہے:

نواب امداد صاحب نے سیدا شباب اہل الجنۃ اور سیدۃ نساء اہل الجنۃ کی وضعی حدیثوں ہی کی بنا پر خلعت سیادت کا دربار خداوندی سے مرحمت ہونا بیان کیا ہے (ص ۲۵۲)

اس کتاب میں لکھا ہے ''ہمیں امامیہ (شیعہ) کے مہدی منتظر کی تردید و تکذیب سے تو یہاں بحث نہیں اور نہ عوام میں جو یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے، مہدی کی معیت میں دجال کو قتل کریں گے، یہ باتیں بھی ہمارے موضوع سے خارج ہیں، قرآن شریف

میں نہ تو مہدی کا ذکر ہے اور نہ نزول عیسیٰ کا (ص ۲۰۸،۲۰۹)

اہل سنت کے مسلک اعتدال سے ہٹ کر جو شخص بھی آزادنہ طریقہ پر نظر وفکر اور جذبۂ تحقیق کو حرکت میں لائے گا وہ اسی طرح روافض کی افراط یا خوارج کی تفریط میں مبتلا ہوگا اور رفض وخروج اور اسی طرح انکار حدیث اور مرزائیت وغیرہ گمراہ فرقوں اور فتنوں کی ترجمانی اور پشت پناہی کا کردار ادا کرے گا اور اس کی تحقیق کے نتائج بھی مولانا کی تحقیق کے نتائج سے کچھ مختلف نہیں ہوں گے۔

مقام افسوس

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ مولانا کے اس جذبۂ تحقیق سے شعوری یا غیر شعوری طور پر ایسے ہی غلط افکار ونظریات کی تائید وحمایت کا کام انجام پا رہا ہے۔

معاویہ بن ابی سفیان

اپنے مراسلہ کے آخر میں مولانا نے لکھا ہے کہ میں نے معاویہ بن ابی سفیان پر ایک طویل رسالہ لکھا جب وہ شائع ہوا تو مولانا اصغر حسین صاحب مرحوم نے بڑے سنگین الفاظ میں اسے ناپسند فرمایا کیونکہ اس میں حضرت علی وحضرت معاویہ کی جنگ پر عقل ونقل کے مطابق مدلل تبصرہ ہے (الحق)

مشاجرات صحابہ کے بارہ میں اہل سنت کا اعتدالی نقطۂ نظر یہ ہے کہ فریقین کے ساتھ حسن ظن اور کف لسان سے کام لیا جائے جیسا کہ علامہ نووی نے فرمایا ہے:

واعلم ان الدماء التی جرت بین الصحابة لیست بداخلة فی هذاالوعید ومذهب اهل السنة والحق احسان الظن بهم والامساك عماشجربینهم وتاویل قتالهم وانهم مجتهدون قتاونون لم یقصدوامعصیة ولامحض الدینابل اعتقد کل فریق انه المحق ومخالفه باغ فوجب علیه قتاله لیرجع الی امرالله وکان بعضهم مصیباوبعضهم مخطئامعذورافی الخطاء لانه باجتهادوالمجتهداذااخطالااثم علیه وکان علی هوالحق المصیب فی ذالك الحروب هذامذهب اهل السنة وکانت القضایامشتبة حتی ان جماعة من الصحابة تحیروافیهافاعتزلواالطائفتین ولم یقاتلوا ولوتیقنواالصراب لم یتاخروعن مساعدت (شرح مسلم ص ۳۹۰ ج ۲)

حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحب محدث دارالعلوم دیوبند نے مولانا کے اس رسالہ میں اس نقطہ اعتدال سے انحراف محسوس فرما کر ہی اس پر اظہار ناپسندیدگی کیا ہوگا، جیسا کہ مولانا کے افتادِ طبع کا

مقتضا ہے اور ان کے جذبۂ تحقیق کے ان نتائج میں بھی یہ انحراف واضح طور پر دکھلائی دے رہا ہے، معلوم ہوتا ہے مولانا اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہیں، مولانا نے جو یہ لکھا ہے کہ ''استاذی حضرت مولانا عبدالشکور صاحب مرحوم نے یہ فرمایا کہ تمہاری نجات کیلئے یہی رسالہ کافی ہے'' ظن غالب ہے کہ مولانا لکھنوی مرحوم نے یہ اظہار خیال اس کے کسی خاص پہلو کے لحاظ سے کیا ہوگا، مثلاً صحابی رسول ﷺ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بدظنی کے عقیدہ کی اصلاح کے لحاظ سے فرمایا ہوگا، کیونکہ حضرت مولانا مرحوم مسلک اہل سنت کے وکیل کی حیثیت سے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے بارہ میں ہمیشہ اسی نقطۂ اعتدال کی ترجمانی فرماتے رہے ہیں جو اہل سنت کا خصوصی اور امتیازی شعار ہے، چنانچہ مولانا محمد منظور نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

نقطۂ اعتدال

ایک مقولہ نقل کرتا ہوں جو مولانا (عبدالشکور صاحب لکھنوی) سے میں نے خود سنا ہے، ایک موقع پر حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درجات فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا ''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سابقین اولین کی پہلی صف کے بھی اکابر میں ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اگر چہ صحابی ہونے کی حیثیت سے ہمارے سرتاج ہیں لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کو کیا نسبت، ان کی مجلس میں اگر صف نعال میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جگہ مل جائے تو ان کیلئے سعادت اور باعث فخر ہے (الفرقان، ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ ص ۴۶)

مولانا مرحوم کی یہ اعتدال پسندی اور اہل سنت کے مسلک کی ترجمانی ایسے تمام لوگوں کیلئے قابل تقلید ہے جن کو روافض کے افراط کا علاج خارجیت کی تفریط میں نظر آتا ہے اور اس کے سوا دوسرا راستہ نظر ہی نہیں آتا، مگر اس راہ میں قدم رکھنے کے بعد اعتدال پر قائم رہنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ہوسکتا ہے، اس سے ہی توفیق کا سوال کرتے رہنا چاہیے، ورنہ تو روافض کی افراط یا خوارج کی تفریط میں مبتلا ہوجانا ایک عام بات اور اکثری تجربہ ہے، اللہ تعالیٰ افراط وتفریط سے محفوظ رہنے اور مسلک اہل سنت کے اعتدال پر قائم رہنے کی توفیق عنایت فرمائیں، آمین۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا عبدالخالق قدس سرہ

ماہنامہ تذکرہ دارالعلوم کبیروالا کی خصوصی اشاعت ''بانی دارالعلوم نمبر'' کے بارہ میں یہ مضمون لکھا گیا تھا
افادۂ قارئین کیلئے پیش خدمت ہے (ادارہ)
....

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترم ومکرم حضرت مولانا سراج الحق صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی؟

ابھی کچھ دن قبل ماہنامہ ''تذکرہ دارالعلوم'' کا ''بانی دارالعلوم نمبر'' نظر نواز ہوا خیال تھا کہ آپ کو اس کی رسید لکھوں گا، لیکن اس سے قبل آنجناب نے خود ہی رابطہ فرمالیا ع والفضل للمتقدم، بہرحال خصوصی نمبر دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی جزاکم اللّٰہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

اپنے اکابر واسلاف کی سوانح اوران کے حالات، سیرت وکردار کا تعارف ان کے اخلاف بطور خاص خویش واقارب کی ذمہ داری ہے، اکابر کے پاکیزہ حالات جہاں ان کیلئے باقیات صالحات اور بقاء ذکر خیر کا سبب ہیں وہیں بعدوالوں کیلئے بھی باعث طمانیت اور خیرات وحسنات کیلئے مدد ومعاون ہیں، حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے متعلق یہ نمبر اسی قرض کی ادائیگی کی طرف پیش رفت اور مستحسن اقدام ہے، امید ہے کہ یہ نمبر حضرت پر ایک عظیم وضخیم سوانح کا پیش خیمہ ثابت ہوگا جس سے ان کی بلند پایہ شخصیت کے تعارف کے ساتھ ان کے علوم ومعارف پر بھی سیر حاصل روشنی ڈالی جائے گی، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی کوشش کو قبول فرمائیں، جزائے خیر دیں اور مزید توفیقات سے نوازیں، آمین۔

بلاشبہ حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت علم وعمل کا پہاڑ اور معقول ومنقول کی جامع تھی، حق تعالیٰ نے آپ کو حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے مالا مال فرما رکھا تھا، علم شریعت میں مہارت کے ساتھ طریقت میں بھی آپ کا مقام بڑا بلند تھا، اس طرح آپ شریعت وطریقت کے جامع اور مجمع البحرین تھے، محدث العصر حضرت علامہ انورشاہ کشمیری قدس سرہ جیسی نابغۂ روزگار اور عبقری شخصیت سے خصوصی تلمذ واستفادہ اور حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ جیسے عارفین سے باطنی تربیت کے بعد خرقۂ خلافت کا عطا کیا جانا آپ کے عالم باعمل اور عارف باللہ ہونے کی سند ہے، ایشیا کی

عظیم اسلامی یونیورسٹی میں تکمیل علوم کے بعد تدریس کے مقام پر فائز ہو کر مقبولیت حاصل کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، آپ سے ہزاروں علماء کرام کو استفادہ کا موقع ملا، ملک کی عظیم دینی اسلامی درسگاہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا اور ہزاروں علماء کرام آپ کیلئے بہترین صدقہ جاریہ ہیں، بلکہ آپ کے تلامذہ عظام میں بعض ایسی شخصیات بھی ہیں جو خود ایک ادارہ اور اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں اور ان میں سے ہر شاگرد یہ کہنے کا حق رکھتا ہے۔

بتاؤں تم کو ہوں کس باغ کا پھول　　　　جہاں ہر گل بجائے خود چمن ہے

آپ کے انہیں قابل فخر اور نادر روزگار تلامذہ میں احقر کے والد گرامی فقیہ العصر یادگار سلف حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جن کی علمی، فقہی، دینی، تصنیفی خدمات اپنی مثال آپ اور سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ حضرت والد گرامی نے حضرت صدر صاحب سے دارالعلوم دیوبند میں مؤطا امام مالک پڑھی، یہ ۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۹۴۶ء کی بات ہے جب حضرت صدر صاحب دارالعلوم دیوبند میں استاذ فنون وحدیث اور حضرت والد گرامی دورۂ حدیث شریف کے طالب علم تھے، حضرت والد صاحب ہمیشہ حضرت صدر صاحب کا ذکر خیر بڑے جاندار و شاندار انداز سے فرماتے تھے، بطور خاص ان کی خوبصورت جسمانی ہیئت، علمی و روحانی شخصیت اور انداز تدریس کے ساتھ دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم یونیورسٹی میں کامیاب تدریس پر ان کے بڑے مداح تھے، طلبۂ دارالعلوم کو حضرت حجۃ الاسلام کی کتاب ''تقریر دلپذیر'' کا پڑھانا بھی انہیں خوب یاد تھا اور وہ اپنے استاذ محترم کی معقولات میں زبردست مہارت کے بے حد معترف و قائل تھے۔

مئی ۱۹۴۵ء، ربیع الاول ۱۳۶۴ھ میں ضلع کرنال موضع بابڑی میں علماء دیوبند کا غیر مقلدین کے ساتھ جو مناظرہ ہوا تھا دیگر علماء کرام کے ساتھ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس میں شریک تھے، یہ مناظرہ حضرت مخدوم العلماء مولانا خیر محمد صاحب جالندھری اور احقر کے جد امجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی قدس سرہما نے کیا تھا، بحمد اللہ اہل حق کو اس میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی اور حنفیوں کے حق میں یہ مناظرہ اچھا رہا، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نے بھی اس مناظرہ اور اس میں حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شرکت کا ذکر فرمایا ہے، تفصیل خیر السوانح میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت والد صاحب نے بارہا اس کا تذکرہ اور حضرت صدر صاحب کی اس میں شرکت کا ذکر فرمایا۔

حضرت والد گرامی کا معمول تھا کہ وہ اپنے اکابر اور اساتذہ کرام کا اکثر تذکرہ فرماتے اور ان کے حالات و واقعات سے آپ کی مجلس و محفل گرم رہتی، حضرت صدر صاحب کا تذکرہ بھی احقر نے بارہا آپ

سے سنا، پھر جب ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء میں احقر پہلی بار حضرت والد صاحب کے ساتھ دارالعلوم کبیر والا میں حاضر ہوا تو حضرت والد صاحب نے خصوصیت سے حضرت صدر صاحب کا تذکرہ فرمایا اور آپ کے مزار پرانوار کی زیارت بھی کرائی، اس طرح احقر کو پہلی بار یہ شرف حاصل ہوا۔

یہ چند سطور آپ کی فرمائش پر لکھ دی ہیں ورنہ حضرت کا اصل تذکرہ وحالات صحیح معنی میں وہی حضرات لکھ سکتے ہیں جنہوں نے آپ سے استفادہ کیا اور زیارت سے مشرف ہوئے، اگرچہ احقر کیلئے یہ شرف بھی کچھ کم نہیں۔

احب الصالحین ولست منهم　　لعل الله یرزقنی صلاحا

اب آخر میں آپ کے مضمون سے متعلق ایک وضاحت لکھ کر اپنی معروضات ختم کرتا ہوں، آپ نے تحریر فرمایا ہے ''اگرچہ کچھ عرصہ پہلے آپ نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا تھا کہ مجھے خانقاہ سراجیہ میں، اپنے شیخ کے پہلو میں، ان کے قدموں میں دفن کیا جائے، لیکن بعد میں حالات کی بدولت آپ نے وصیت واپس لے لی تھی......اس لئے حضرت کی خواہش کے مطابق آپ کو احاطۂ دارالعلوم ہی میں دفن کیا گیا (ص ۳۰)

احقر کو یہ پڑھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سابقہ وصیت سے رجوع فرمالیا اور اسی لئے اس پر عمل نہیں ہوا بلکہ جہاں انتقال فرمایا وہیں تدفین عمل میں آئی، اس طرح خلاف سنت اور مکروہ عمل ''انتقال میت من بلد الی بلد آخر'' سے حق تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمادی فللّٰہ الحمد ولہ الشکر۔

ماہنامہ دارالعلوم کا یہ خصوصی نمبر ظاہر ہے کہ کوئی فقہ وفتاویٰ اور مسائل کی کتاب نہیں ہے لیکن بعض عوام اپنی کم علمی اور کوتاہی فہم کی وجہ سے ایسے واقعات کو فقہی مسئلہ سمجھ بیٹھتے ہیں اس لئے احقر کی ناقص رائے میں اگر ایسے واقعات کی اشاعت ضروری ہو تو ان پر حاشیہ وغیرہ میں اصل مسئلہ کی وضاحت بھی ضروری ہے۔

احقر کا مدعا یہ ہے کہ اس واقعہ میں پہلی وصیت کی تنسیخ کا ذکر تو آ گیا لیکن یہ وضاحت نہیں فرمائی گئی کہ اس طرح کی وصیت کا شرعاً کیا حکم ہے، یقیناً آنجناب کے علم میں ہوگا کہ فقہاء کرام نے ایسی وصیت کو غیر نافذ قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وکذا تبطل لو اوصی بان یکفن فی ثوب کذا او یدفن فی موضع کذا (ج ۱ص ۶۱۷) اسی طرح درمختار باب الوصیۃ میں بھی تصریح ہے اوصی بان یصلی علی فلان او یحمل بعد موته الی بلد اخر او یکفن فی ثوب کذا......فهی باطلة۔

احقر کے خیال میں حاشیہ وغیرہ میں اس کا ذکر بھی ضروری تھا تا کہ کسی کو اس کے جواز کا شبہ نہ ہو، یہ احقر کی ذاتی رائے ہے امید ہے کہ محسوس نہ فرمائیں گے۔ فقط والسلام　　۲۶ر محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

جمع کردہ: محمد صدیق ساہیوال

سلوک واحسان

(آخری قسط)

افادات: مصلح الامت حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

حیا اور اس کا فائدہ

والحیاء شعبة من الایمان نبی پاک ﷺ نے حیاء کو دین کا ایک بہت بڑا شعبہ قرار دیا ہے حیاء کے معنی ہیں کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے انعام کو سوچے اور اپنی کمزوریاں، کوتاہیاں سوچے ان دونوں کو سوچنے سے جو ایک حالت پیدا ہوتی ہے اس کو حیاء کہتے ہیں۔ اور یہ شرم وحیاء انسان کو گناہوں سے بچاتی اور نیکیاں کراتی ہے جس آدمی میں حیاء کامل ہو جاتی ہے وہ گناہ نہیں کرتا اس کو اللہ سے شرم آتی ہے کہ کل کو میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کیا جواب دوں گا اور شرم وحیاء ختم ہو جائے تو پھر کوئی بھی گناہ آدمی کر سکتا ہے بڑے سے بڑا گناہ بھی کر سکتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اذافا تك الحیاء فافعل ماشئت جب حیاء ختم ہو جائے تو جو چاہو کرو اسی کا ترجمہ پنجابی میں کیا گیا ہے "جدوں لہہ گئی لوئی کی کرے گا کوئی" یہ پنجابی محاورہ ہے اور یہ اس حدیث کا ترجمہ ہے۔

حیا کا اعلیٰ درجہ

حیاء کا اونچا درجہ یہ ہے کہ ان مولاك یراك حیث نهاك یہی احسان کا اونچا درجہ ہے یہ بات پختہ ہو جائے کہ اے شخص! تو جس گناہ کی طرف جا رہا ہے دیکھ تجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں ان مولاك یراك ، یراك کا معنی ہے کہ تیرے آقا تمہیں دیکھ رہے ہیں حیث نهاك اس جگہ بھی تمہیں دیکھ رہے ہیں جس سے منع کیا ہے اور تم وہ گناہ کرنے لگے ہو، اگر یہ بات پختہ ہو جائے تو آدمی گناہ نہیں کر سکتا۔ تصوف کا مقصد گناہوں سے بچنا ہے اس کیلئے یہ مراقبہ اور یہ تصور کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں انتہائی مفید ہے۔

گناہوں سے بچنے کی ایک تدبیر

اس کے علاوہ گناہوں سے بچنے کیلئے خواہ ظاہری گناہ ہوں خواہ دل کے گناہ ہوں حدیث شریف میں یہ بھی تدبیر بیان فرمائی گئی ہے کہ اکثروا ذکر هاذم اللذات الموت جو چیز ناجائز لذتوں کو فنا کر دیتی ہے اس کا زیادہ ذکر کیا کرو، ہمارے آقا نبی پاک ﷺ نے یہ تدبیر ہمیں سکھائی، موت کو زیادہ یاد کیا کرو، موت یاد ہوتی ہے تو آدمی گناہ نہیں کر سکتا گناہ وہی کرتا ہے جس کو موت یاد نہیں ہوتی۔

گناہ سے بچانے والی ایک بہت بڑی چیز مراقبہ موت ہے، جس سے گناہ نہ چھوٹتے ہوں وہ روزانہ ایک وقت مقرر کر کے اپنی موت کو سوچے یہ کہ میں مر گیا ہوں قبر میں مجھے دفن کر دیا گیا ہے منکر نکیر آ گئے

ہیں وہ سوال کرتے ہیں کہ یہ گناہ کیوں کیا تھا؟ تین سوال تو ہوتے ہی ہیں (۱) من ربك (۲) ما دينك (۳) ما ذاتقول فی هذاالرجل اس کے علاوہ بھی بعضے سوالات ہوتے ہیں جیسے حدیث شریف میں ہے کہ دو شخصوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ان کو غیبت اور بول میں عذاب ہو رہا ہے، اس میں عذاب قبر کا ذکر ہے، اس لئے ان تین سوالوں اس کے علاوہ اور بھی سوال ہوتے ہیں۔

ڈاڑھی کا شرعی حکم اور اس کی مقدار

مولانا عرفان صاحب جو نیلا گنبد میں ناظم رہے ہیں اب فوت ہو گئے ہیں انہوں نے مجھے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک صاحب کو دیکھا جو ہمارے ملنے والے ہیں بہت رو رہے ہیں تو خواب میں فرشتے کہتے ہیں کہ تیری داڑھی چھوٹی ہے معلوم ہوا کہ داڑھی کے چھوٹا بڑے ہونے پر بھی سوال ہوتا ہے ایک مشت کی مقدار کو علماء کرام نے واجب قرار دیا ہے چار انگل سے پہلے آپ نہیں کاٹ سکتے چار انگل کے بعد جو زائد بال ہیں کاٹ سکتے ہو زیادہ نہیں کاٹ سکتے ہو، چار انگل ہو جائے تو اس کے بعد کاٹنا اولی ہے یا نہ کاٹنا اولی ہے دونوں قول ہیں ایک یہ کہ اس کے بعد کاٹ دینا اولی ہے ایک قول یہ کہ نہیں کچھ اور بڑھائے یہ اولی ہے، البتہ بہت زیادہ بڑھ جائے جس سے دیکھنے والے کو اس پیاری سنت سے نفرت ہو تو اس وقت پھر زائد کاٹنا واجب ہو جاتا ہے تا کہ نفرت نہ ہو، بعضے بہت بڑھا لیتے ہیں اور اس پر استدلال کرتے ہیں کہ حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ کی داڑھی کافی لمبی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ خواب میں ان کو نبی پاک ﷺ کی زیارت ہوئی تو نبی پاک ﷺ نے ان کی داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھا تھا، تو جب سے ہاتھ رکھا انہوں نے اس کے بعد کاٹی نہیں تھی، ایسے جذباتی تھے بعض دفعہ ان کو جذبات کا زیادہ غلبہ ہو جاتا تھا، اس واسطے وہ کاٹتے نہیں تھے کہ اوہو اس پر تو ہاتھ رکھا ہوا ہے نبی پاک ﷺ کا میں کیسے کاٹ دوں، تو اس خیال کی وجہ سے انہوں نے نہیں کاٹی، ضابطہ یہی ہے کہ اگر زیادہ لمبی ہو جائے اور دیکھنے والے کو داڑھی کی سنت سے نفرت پیدا ہو تو پھر کاٹنا واجب ہو جاتا ہے۔

بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ قبر میں اور سوال بھی ہوتے ہیں جیسے داڑھی کا سوال خواب میں ہوا، تو موت کے تصور سے آدمی سب گناہوں سے بچتا ہے قبر میں ہر قسم کا سوال ہو سکتا ہے اسی لئے یہ بھی ایک تدبیر ہمارے نبی ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ اکثروا ذکر هاذم اللذات الموت دیکھو موت کو زیادہ یاد کیا کرو یہ نا جائز لذتوں کو مٹانے والی ہے، جائز لذتوں کی تو اجازت ہے اس میں تو مٹانے کی ضرورت نہیں۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کے پاس ایک بادشاہ آیا کرتا تھا ایک دفعہ دیکھا کہ ان بزرگ کے پاس کولیاں پڑی

ہیں ایک گولی اٹھا کر بادشاہ کھا گیا، کھاتو گیا مگر اتنی گرمی ،حرارت اور اتنا زیادہ جوش وشہوت کہ جا کر اپنی بیویوں سے سب کچھ کیا لیکن پھر بھی خواہش پوری نہیں ہوئی ، جوش بڑھتا ہی جارہا ہے گولی صرف ایک کھائی، اس کے دل میں وہم اور وسوسہ آ گیا کہ اچھا میں نے تو ایک گولی کھائی جس سے میری یہ حالت ہوگئی تو یہ بزرگ تو گولیاں رکھے ہوئے ہیں پتہ نہیں کتنی کھاتے ہوں گے ان کا کیا حال ہوگا، پھر ملنے آئے ،تو ان بزرگ کو کشف ہو گیا، اچھا یہ میرے بارے میں غلط خیال کر رہا ہے انہوں نے سمجھانے کیلئے فرمایا کہ میرا خیال ہے شاید تمہاری زندگی صرف چالیس دن رہ گئی ہے، سمجھانے کیلئے فرض کیا، اور جاتے وقت چالیس دن کی گولیاں دے کر فرمایا کہ دیکھو بھئی تم اب ذکر وتلاوت تو کرو گے یہ گولیاں بھی کھاتے رہنا ذرا تمہاری طاقت رہے گی، اعتقاد تو تھا ان بزرگ کے ساتھ، بس یہ سن کر یکدم اس کے ہوش وحواس اڑ گئے ارے چالیس دن زندگی رہ گئی اوئے ہوئے، گھر جا کر سارے عیش وعشرت کے سامان ختم ،دن رات ذکر وتلاوت ،توبہ واستغفار اور نماز شروع کر دی،تو ہوتے ہوتے چالیس دن پورے ہو گئے ،موت تو نہیں آئی ، پھر خوشی خوشی ان بزرگ کے پاس دوبارہ آئے کہ حضرت آپ نے فرمایا تھا کہ تمہاری موت کے چالیس دن رہ گئے ،چالیس دن تو گزر گئے موت تو نہیں آئی ، انہوں نے پوچھا کہ وہ گولیاں کھاتے رہے ہو؟ کہا ہاں جی کھاتا رہا، روزانہ میں ایک گولی کھاتا رہا، کوئی گرمی شہوت کوئی جوش کچھ نہیں ، مجھے تو ہر وقت فکر تھا کہ موت آئی اب آئی ، مجھے تو کوئی پتہ نہیں ۔تو فرمایا! دیکھو کہ تمہیں چالیس دن کی امید تھی کہ چالیس دن زندہ رہوں گا مجھے تو ایک لمحہ کی بھی امید نہیں میں کیسے برے کام کر سکتا ہوں ،ہر وقت میرے سامنے موت ہے اس لئے میں گناہ کا کام کیسے کر سکتا ہوں کیوں تم نے سوچا کہ یہ گولیاں کھاتے ہیں کچھ کرتے ہوں گے کیوں تم نے مجھ پر بدگمانی کی ۔ علماء اور بزرگوں پر بدگمانی نہیں کرنی چاہئے ۔بزرگوں نے یہ ایک طریقہ بیان فرمایا ہے احسان کا درجہ حاصل کرنے کا کہ موت کو یاد کیا کرو۔

ذکر قلبی کا مفہوم

اسی کیلئے نبی پاک ﷺ نے بھی ہمیں طریقہ بتایا کہ لا یزال لسانك رطبا بذكر الله اے میرے مخاطب! تیری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے ، اللہ تعالیٰ کی یاد سے زبان بھی تر رہنی چاہئے اور دل بھی منور رہنا چاہئے ۔اللہ تعالیٰ کی یاد زبان سے بھی ہوتی ہے دل سے بھی ہوتی ہے دل کے ذکر کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی دھک دھک کی آواز آنا شروع ہو جائے ، یہ غیر اختیاری ہے ہو سکتا ہے کہ کرامت کے طور پر یہ آواز آنی شروع ہو جائے لیکن یہ کوئی مقصود نہیں ہے مقصود حاصل کرو ۔جب میں خیر المدارس میں

پڑھاتا تھا تو ایک طالبعلم مجھ سے پڑھ کر گئے، دورہ حدیث وہاں انہوں نے پڑھا، جا کر مجھے خط لکھا کہ میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ میرے ہاتھ سے بھی ایسی کرامتیں ظاہر ہوں جیسے پرانے بزرگوں سے ظاہر ہوا کرتی تھیں، یہ مجھے خط لکھا، میں نے جھاڑ دیا خدا کے بندے! کس خیال میں پڑے ہو اعمال ظاہرہ وباطنہ کی پابندی کرو اخلاق کی اصلاح کرو، کرامتیں مقصود نہیں ہوتیں الاستقامة فوق الکرامة ہزار کرامتیں بھی ہوں اس سے کچھ قرب بھی نہیں بڑھتا اور ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے قرب بڑھتا ہے۔ کرامت سے مقصود دنیا میں عزت کا بڑھانا ہوتا ہے کرامت کے معنی بھی ''عزت'' کے ہوتے ہیں کرامت سے صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ دنیا میں عزت بڑھ جائے کرامت میں ثواب نہیں ملتا۔

حضرت جنید بغدادی اور اتباع سنت

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک صاحب دس سال رہے اس کے بعد ایک دن کہنے لگے کہ حضرت میں تو آپ کو بزرگ سمجھ کر آیا تھا میں دس سال آپ کے پاس رہا میں نے تو آپ کی کوئی کرامت بھی نہیں دیکھی، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوئے اور فرمایا تو بتا کہ تو نے دس سال کے عرصہ میں مجھے کوئی کام سنت کے خلاف کرتے دیکھا ہے؟ شیخ کو اپنے کمالات بیان نہیں کرنے چاہئیں لیکن ضرورت کے موقع میں گنجائش ہے یہ ضرورت کا موقع ہے اس کو سمجھانا مقصود تھا ورنہ اپنے کمال ہی بتاتے رہنا کہ میں ایسا میں ایسا یہ غلط ہے، دوسرے کی اصلاح ہونی چاہئے اپنے کمالات بتانے کی ضرورت نہیں، ضرورت کی وجہ سے فرمایا کہ بتاؤ! تم نے دس سال کے عرصہ میں مجھے کوئی کام سنت کے خلاف کرتے دیکھا، کہا حضرت نہیں، میں نے تو کوئی کام سنت کے خلاف کرتے نہیں دیکھا، تو فرمایا اس سے بڑھ کر کیا کرامت ہوسکتی ہے کہ دس سال کے عرصہ میں میں نے سنت کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ مقصد یہ سمجھانا تھا کہ اصل اتباع سنت ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم اگر تمہیں دعویٰ ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کا تو نبی پاک ﷺ کی اتباع کرو لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔ سنت اور شریعت کا اتباع یہ اصل مقصود ہے باقی کرامتیں وغیرہ کوئی مقصود نہیں، اللہ تعالیٰ کوئی کرامت دے دیں تو ان کا انعام ہے نہ دیں تو نہ سہی، ساری عمر ایک کرامت بھی ظاہر نہ ہو کوئی حرج نہیں۔

ایک بزرگ تھے ان کی بیوی ان کی معتقد نہیں تھی ''گھر کی مرغی دال برابر'' یہ کہتی رہتی کہ تم کچھ نہیں، اور لڑتی رہتی، ایک دفعہ ان بزرگ کی کرامت ظاہر ہوئی وہ اڑے اور اڑ کر اپنے گھر کے اوپر سے گزرے تا کہ بیگم صاحبہ بھی دیکھ لے، بیگم صاحبہ کو منانا بڑا مشکل ہوتا ہے جلدی مانتی نہیں تو اپنے گھر کے اوپر سے گزرے

پھر شام کو جب گھر آئے آتے ہی بیگم نے کہا کہ تم بزرگ بنے پھرتے ہو ہم نے آج ایک بزرگ دیکھا ہے جو کہ ہوا میں اڑ رہے تھے، وہ فرمانے لگے وہ میں ہی تو تھا، کہا اچھا تم تھے اسی لئے ٹیڑھے ٹیڑھے اڑ رہے تھے، یہ حال ہے۔اس لئے اگر اڑنے بھی لگ جائے تو کچھ نہیں ہوتا، ایک بزرگ کا ارشاد ہے:

بر آب روی خسے باشی بر ہوا پری مگسے باشی دل بدست آر کسے باشی یعنی ہوا میں اڑنے لگ جاؤ تو کیا ہو جائے گا مکھی بھی تو اڑتی ہے، اگر سمندر پر بغیر کشتی کے چلنا بھی شروع کر دو تو کیا ہو گیا ایک تنکا لکڑی کا ڈال دو وہ بھی تیرتا رہتا ہے ڈوبتا نہیں، تنکے کے برابر ہو گئے، ''دل بدست آر کسے باشی'' اپنے دل کی اصلاح کرو پھر تم کسی قابل بن سکو گے۔

ذکر الٰہی

میں عرض کر رہا تھا لا یزال لسانك رطبا بذکر اللّٰہ یہ ہمیں نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا، قرآن وحدیث کے جو بھی الفاظ یا یھا الذین امنوا وغیرہ کے ہوتے ہیں، ہمیں یہ سوچ کر پڑھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بات کر رہے ہیں، نبی پاک ﷺ ہمیں نصیحت کر رہے ہیں، کیونکہ یہ دین قیامت تک کیلئے ہے قیامت تک کے جتنے انسان اور جن آئیں گے قیامت تک ان سب سے خطاب ہے اللہ تعالیٰ کا بھی اور نبی پاک ﷺ کا بھی، اس لئے ہم جب قرآن پاک میں کوئی آیت پڑھیں سنیں سمجھیں یا حدیث کا کوئی ٹکڑا سمجھیں تو یہ سوچنا چاہئے کہ ہم سب سے بات ہو رہی ہے۔اس حدیث لا یزال لسانك رطبا بذکر اللّٰہ میں ہم میں سے ہر ایک کو حکم فرما رہے ہیں کہ اے قیامت تک آنے والے جنوں اور انسانوں تم میں سے ہر ایک کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے ،تو زبان بھی تر رہے دل بھی منور رہے۔ذکر قلبی سے دل میں انوار پیدا ہوتے ہیں۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی شخص نے مجھے کہہ دیا۔

تو مکمل از کمال کیستی   تو منور از جمال کیستی

تم کس کے کمال کی وجہ سے مکمل ہو گئے تم کس کے جمال کی وجہ سے منور ہو گئے۔فرمایا جوش میں مجھ سے نکل گیا۔

من مکمل از کمال حاجیم   من منور از جمال حاجیم

کہ میرے شیخ ہیں حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے کمالات کی وجہ سے میں مکمل ہو گیا ہوں اور ان کے جمال کی وجہ میں منور ہو چکا ہوں۔فرمایا بس کہہ تو دیا لیکن بعد میں میں نے توبہ کی میں نے اچھا نہیں کیا ''من مکمل'' میں مکمل ہوں ،اوہو! یہ تو غلط ہے اپنے آپ کو مکمل کہنا اچھا نہیں ''من منور'' میں منور ہو گیا، یہ تو اچھا نہیں ،فرمایا میں نے توبہ کی کہ یہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے بس اس وقت جوش میں جواب دے دیا تھا۔

ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا

دل کو منور کرنا چاہئے اور دل منور ہوتا ہے ذکر اللہ سے، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کوئی نہ کوئی ذکر کرتا رہے۔حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو بہت سنایا کرتے تھے اور یہ روایت روح المعانی میں انیسویں پارے میں موجود ہے، میں بھی مختصراً عرض کرتا رہتا ہوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت اڑ کر جارہا تھا پورا دربار بیٹھا ہوا تھا پرندے سایہ کر رہے تھے ایک دیہاتی آدمی نے دیکھ کر کہا سبحان اللّٰہ ماذا اوتی آل داوٗد کہ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے بیٹے کو کیا کچھ دے دیا، ہوا کو حکم تھا کہ کوئی میرا نام لے فوراً اطلاع کرنا، ہوا نے فوراً بتایا کہ حضرت فلاں جگہ آپ کا تخت دیکھ کر ایک دیہاتی آدمی نے یہ کہا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلایا اور فرمایا تو نے کیا کہا تھا؟ عرض کیا کہ حضرت میں نے اور تو کچھ نہیں کہا صرف سبحان اللّٰہ ماذا اوتی آل داوٗد کہا تھا، سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے بیٹے کو کیا کچھ دے دیا۔اس موقع میں ارشاد فرمایا لتسبیحۃ واحدۃ یقبل اللّٰہ تعالیٰ خیر مما اوتی ال داوٗد کہ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا میری سلطنت سے بہتر ہے۔

سبحان اللہ ایک چھوٹی سی نیکی ہے، میری ہمشیرہ کے داماد ہیں وہ مجھے ایک دفعہ کہنے لگے کہ ماموں جان آپ یہ تو بتائیے کہ یہ جو ہوتا ہے ایک نیکی، دو نیکی، چار نیکیاں، نیکی کا یونٹ کیا ہے؟ میں نے کہا ساری دنیا کی دولتیں یہ ایک نیکی کا یونٹ ہے، اس حدیث سے یہ بات ثابت ہے لتسبیحۃ واحدۃ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا خیر مما اوتی ال داوٗد، سلیمان علیہ السلام پوری دنیا کے بادشاہ تھے تو ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا جو چھوٹی سی نیکی ہے اس کا بدلہ پوری دنیا کی دولتیں ہیں، یہ ہے یونٹ ایک نیکی کا یعنی پوری دنیا کی دولتیں، اس لئے ہمیں دن رات نیکی کمانے میں اور ترقی کرنے میں پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔

یاد رکھیے! ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہے اور ایک دن میں ہم بہت زیادہ ترقی کرسکتے ہیں دنوں کو ضائع نہ کریں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ دو ساتھی اکٹھے مسلمان ہوئے ایک ساتھی شہید ہوگئے اور ایک ساتھی ایک ہفتے کے بعد فوت ہوئے ایک روایت ہے کہ ایک ہفتہ ہی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دعا کی یا اللہ اس کو اس کے شہید ساتھی کے ساتھ پہنچا دیجئے، نبی پاک ﷺ نے فرمایا یہ تم نے کیا دعا کی اس نے جو ایک ہفتہ میں نیکیاں کی ہیں ان کی وجہ سے اس کا درجہ اس سے اتنا زیادہ اونچا ہوگیا ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں احسان کا اونچا مقام حاصل کرنے کی توفیق دیں، آمین

مرسلہ: سید عبدالغفور ترمذی

گورنر مدینہ امام مالک رحمہ اللہ کی دہلیز پر

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث پڑھنے کا شوق تھا مگر آپ کی جلالتِ شان کی وجہ سے براہِ راست آپ سے درخواست کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اس لئے میں نے امیر المؤمنین ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ سے سفارشی خط لکھوایا، امیر المؤمنین سے میرا تعلق قرابت کا تھا، امیر المؤمنین نے مدینہ منورہ کے گورنر کے نام خط لکھا کہ وہ مجھے بنفس خود امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچا کر آئیں، میں مدینہ منورہ پہنچا اور گورنر کو امیر المؤمنین کا خط دیا، وہ خط پڑھ کر مجھ سے یوں مخاطب ہوئے ''صاحبزادے! اگر امیر المؤمنین مجھے مدینہ سے مکہ پیدل چل کر پہنچنے کا حکم فرماتے تو میرے لئے اس کی تعمیل امام مالک کے دروازہ پر پہنچنے کی بنسبت بہت آسان تھی''۔

میں نے سمجھا کہ گورنر امام صاحب کے دروازہ پر جانے کو اپنے منصب کے خلاف سمجھتے ہیں، اس لئے میں نے کہا کہ آپ امام صاحب کو اپنے پاس بلوالیں، گورنر نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر میں امام صاحب کے دروازہ پر جا کر گھنٹوں باہر کھڑا رہوں اور پھر ملاقات کی اجازت مل جائے تو غنیمت ہے، اس لئے ان کی خدمت میں حاضری بہت مشکل ہے مگر امیر المؤمنین کا حکم ہے تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

چنانچہ گورنر صاحب مجھے ساتھ لے کر امام عالی مقام کے دروازہ پر حاضر ہوئے، دستک دی، بہت دیر کے بعد ایک حبشیہ لونڈی باہر آئی، گورنر نے امام صاحب کو اپنی حاضری کی اطلاع دینے کی درخواست کی، لونڈی اندر گئی اور غائب، ہم دونوں دروازہ پر کھڑے انتظار کرتے رہے، بہت دیر کے بعد واپس آئی اور کہا امام صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ضروری مسئلہ دریافت کرنا ہے تو سوال اندر بھیج دیں، میں جواب لکھ دوں گا اور اگر کوئی دوسری غرض ہے تو واپس چلے جائیں، میں نے ہفتہ میں ایک متعین دن میں ملاقات کی اجازت دے رکھی ہے آپ نے اس کی خلاف ورزی کیوں کی؟

گورنر نے لونڈی سے کہا کہ امیر المؤمنین کا خط لے کر حاضر ہوا ہوں، لونڈی پھر غائب، بہت دیر کے بعد لونڈی ایک بہت عظیم الشان کرسی لائی اور باہر رکھ کر چلی گئی، یہ کرسی امام صاحب کیلئے تھی، اس لئے گورنر صاحب اسی طرح میرے ساتھ کھڑے رہے، کرسی باہر آنے کے بعد بھی حضرت امام باہر تشریف نہیں لا رہے، کرسی خالی رکھی ہے اور گورنر صاحب پاس کھڑے انتظار کی کٹھن گھڑیاں کاٹ رہے ہیں، بہت دیر

کے بعد حضرت امام صاحب باہر تشریف لا کر کرسی پر جلوہ افروز ہوئے، گورنر صاحب سامنے کھڑے ہیں، امیر المؤمنین کا خط حضرت امام کی خدمت میں پیش کیا، امام صاحب نے خط پڑھا تو بہت غضبناک ہو کر خط پھاڑ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا علم اور وہ حاصل کیا جا رہا ہے بادشاہ کی سفارش سے؟ گورنر صاحب پر تو سکتہ طاری ہو گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمت عطا فرمائی میں نے عرض کیا، حضرت مجھ سے غلطی ہو گئی، معاف فرمائیں، میں طلب حدیث کی آرزو لے کر حاضر خدمت ہوا ہوں، یہ سنتے ہی فوراً ٹھنڈے ہو گئے اور میرے ساتھ بہت محبت و شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت عطا فرمائی۔

میں نے آپ سے آپ کی کتاب مؤطا پڑھنا شروع کی پھر تو محبت و شفقت کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات میں آپ کے آرام و دیگر اہم مشاغل کے پیش نظر حالت درس میں عرض کرتا کہ حضرت اب بس کریں اتنا درس کافی ہے، مگر آپ فرماتے ابھی نہیں کچھ اور پڑھ لو۔ (ماخوذ فضائل حفظ قرآن)

....

پہننے اور اوڑھنے کے آداب

آپ ﷺ نے فرمایا ٹخنہ سے نیچے جو تہبند (یا جامہ وغیرہ) کا حصہ ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا (بخاری) آپ ﷺ نے فرمایا کھاؤ، پیو اور صدقہ کرو اور پہنو لیکن اس حد تک کہ فضول خرچی اور غرور کی ملاوٹ نہ ہو (مسند احمد) آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کی عورتوں کے لئے سونا اور ریشم حلال ہے اور مردوں پر حرام کر دیا گیا (ترمذی) آپ ﷺ نے فرمایا جس نے دنیا میں نام و نمود کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا (مسند احمد) آپ ﷺ نے فرمایا جب تم کپڑے پہنو اور جب تم وضو کرو تو داہنی طرف سے شروع کرو (ابو داؤد) آپ ﷺ نے فرمایا مرد عورت کا لباس اور عورت مرد کا لباس نہ پہنے کیونکہ اس سے خدا کی لعنت ہوتی ہے (ابو داؤد) آپ ﷺ نے فرمایا دنیا میں وہ شخص ریشم پہنتا ہے جس کے لئے آخرت میں حصہ نہیں ہوتا (بخاری) آپ ﷺ نے فرمایا سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ صاف ستھرے اور پاکیزہ ہوتے ہیں اور سفید کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو (ترمذی) آپ ﷺ نے فرمایا جس نے تکبر کے ساتھ تہبند کو اتراتے ہوئے گھسیٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے (بخاری) آپ ﷺ نے فرمایا جو پہنتے وقت داہنے پاؤں میں جوتا ڈالو اور جب اتارو تو پہلے بایاں پاؤں نکالو (بخاری) آپ ﷺ نے فرمایا جوتا پہن کر نہ چلو دونوں جوتے اتار دو یا دونوں پہن لو (بخاری) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے شہادت والی اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (سلیم شاہد اٹک)

مولانا شمس الدین صاحب علی پوری

حرمت سود

آج کل ہمارے معاشرے میں ایک وبا عام پائی جارہی ہے، کیا عوام کیا خواص بلکہ بعض وہ لوگ جن کی وابستگی دین سے ہے وہ بھی اس وبا کا شکار ہیں، وہ وبا ہے سود کی، درحقیقت سود میں سراسر بے مروتی اور ضرررسانی ہے اور اس سے سخت دلی اور غریبوں پر زیادتی ہوتی ہے، ظلم در ظلم یہ کہ جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے آج ہمارے مسلمان بھائی اس کو جائز قرار دے کر بیع میں شامل کرتے ہیں، ذیل میں ہم سود کی ممانعت کے بارے میں چند احادیث نقل کر کے آخر میں بیع اور سود میں فرق بیان کریں گے تاکہ مسلمان بھائیوں اور ارباب اقتدار کے سامنے بیع اور سود کا فرق واضح ہو جائے، جو سود کو بیع میں شامل کرنے کے درپے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے اور اس کے گواہوں اور سود کو لکھنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، اور ایک روایت کے اندر آیا ہے کہ چار آدمیوں کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ انہیں جنت میں داخل نہ کرے اور انہیں جنت کا کچھ مزا نہ چکھائے، ایک شراب کا عادی، دوسرا سود خور، تیسرا یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور چوتھا والدین کا نافرمان، اسی طرح ایک اور روایت کے اندر آیا ہے کہ سود کے بہتر (۷۲) گناہ ہیں، سب سے کمتر گناہ یہ ہے کہ جیسے کوئی اسلام کی حالت میں ماں کے ساتھ بدکاری کرے، ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرایا گیا جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر دیکھا تو اوپر گرج، بجلیاں اور شدید آندھیاں تھیں، فرمایا پھر ہم اس قوم کے پاس آئے جن کے پیٹ کمروں کی طرح بڑے بڑے سے تھے، ان میں سانپ بچھو تھے، جو ان کے پیٹوں سے باہر نظر آرہے تھے، میں نے پوچھا اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ سود خور ہیں، اسی طرح کی بہت ساری احادیث ہیں جن میں سود خور کیلئے وعیدوں کا ذکر ہے۔

اب ہم مختصراً بیع اور سود میں فرق بیان کرتے ہیں۔

بیع میں جو نفع اور زیادتی ہوتی ہے وہ مال کے مقابلہ اور عوض میں ہوتی ہے بخلاف سود کے اس میں زیادتی بلا عوض ہوتی ہے، مثلاً کسی نے ایک درہم کی قیمت کا کپڑا دو درہم میں فروخت کیا، تو یہ دونوں درہم کپڑے کے عوض سمجھے جائیں گے اور اگر ایک درہم کو دو درہم کے مقابلے میں فروخت کیا تو ایک درہم تو ایک درہم کے مقابلہ میں ہو جائے گا اور دوسرا درہم بغیر کسی عوض اور مقابلہ کے ہوگا جو کہ سود ہے، کیونکہ سب درہم ایک جنس ہے،

درہم اور کپڑا الگ الگ جنس ہیں، ہر ایک کا نفع اور عوض بھی الگ الگ ہے، پس اگر ایک روپیہ کا کپڑا دس روپے میں فروخت کیا تو ساری قیمت کا سارے مال سے مقابلہ کیا جائے گا، اجزاء کا اجزاء سے مقابلہ ہوگا اور اگر ایک روپیہ کو دو روپے میں فروخت کیا تو اب اجزاء کا مقابلہ اجزاء سے ہوگا ہم جنس ہونے کی وجہ سے لہٰذا ایک روپیہ ایک روپیہ کے مقابلہ میں ہوگا اور دوسرا روپیہ بغیر کسی عوض کے حاصل ہو کر سود بن جائے گا جس کو شریعت مطہرہ نے حرام کہا ہے اور اسی طرح بیع میں جن چیزوں کا معاوضہ ہو سکتا ہو انہی کا مبادلہ ہوتا ہے اور سود اصل قرض پر کچھ زیادہ لینے کو کہتے ہیں جو مہلت اور تاخیر وقت کے عوض زیادتی کی جاتی ہے اور تاخیر وقت اور مہلت نہ عقلاً کوئی مال ہے اور نہ عرفاً کوئی ایسی چیز ہے جس پر قبضہ کیا جا سکے، بہرحال جس نے بیع اور سود کو برابر قرار دیا ہے اس نے مقابلہ اور معاوضہ میں خبط اور بدحواسی سے کام لیا ہے، اس کا انجام بھی یہی ہوگا کہ سود خور قبر سے دیوانہ اور مخبوط الحواس بنا کر اٹھایا جائے گا اور سود خور کا یہ کہنا کہ سود میں بیع کی طرح نفع اور زیادتی ہوئی ہے اس لئے دونوں میں کوئی فرق نہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ جیسے بیوی عورت ہے ویسے ہی ماں بھی عورت ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ بیوی تو حلال ہے اور ماں حرام ہے، یا یوں کہے کہ کتا بھی بکری کی طرح ایک جانور ہے پھر کیا وجہ ہے کہ بکری حلال ہے اور کتا حرام ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس وبا سے محفوظ رکھے اور فہم سلیم عمل مستقیم نصیب فرمائے، آمین۔

....

وفیات

(۱) مخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولانا نذیر احمد صاحب قدس سرہ شیخ الحدیث جامعہ رحمانیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

(۲) حضرت مولانا نذر محمد شاہ صاحب کوٹلہ بودیلہ صدر مجلس صیانۃ المسلمین جام پور۔

(۳) حضرت مولانا محمد اشرف صاحب میرپور خاص (سندھ)

(۴) حضرت مولانا ڈاکٹر محمد صابر صاحب سکھر۔

انتقال فرما گئے ہیں، قارئین ماہنامہ الحقانیہ سے مغفرت کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

یادرفتگاں پروفیسر ایم اے عثمانی

شیخ القراء مولانا قاری محی الاسلام پانی پتی رحمہ اللہ (قسط ۳)

حضرت محدث رحمہ اللہ نے تفسیر مظہری میں نہ صرف مضامین تفسیر وفقہ بیان فرمائے ہیں بلکہ اس میں تصوف، قراءت اور قواعد رسم قرآنی سے بھی بحث کی ہے اور میرے علم کے مطابق اس بے بدل تفسیر کی حیات نو کیلئے اس وقت پورے برصغیر میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور میرے ابا جان کے علاوہ دوسرا فرد اہل نہیں تھا اور چونکہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ رشد وہدایت اور تعلیم وتصنیف کے کام میں اس قدر مصروف تھے کہ انہیں اس کام کی مہلت کا ملنا ممکن ہی نہیں تھا (اگر چہ انہیں بھی اس کی ضرورت کا شدید احساس تھا اور اس کی شدید خواہش تھی) اس لئے گویا ابا جان ہی کی ہستی تھی جس سے یہ عظیم کارنامہ ممکن ہوا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید اور حضرت محدث رحمہم اللہ تعالیٰ کا روحانی تصرف تھا کہ یہ کام ہو سکا۔

تفسیر کا مسودہ سات ضخیم جلدوں میں تیار ہوا (اور اس کی غالباً دو یا تین نقول تیار کی گئیں) ان میں سے پہلی، دوسری اور پانچویں جلد نہایت اہتمام کے ساتھ اور بہت نفاست سے شائع کرا چکے تھے کہ جنگ عظیم شروع ہوگئی اور جنگ کے سبب سامان طباعت اتنا گراں ہوگیا کہ کام ملتوی کرنا پڑا، تسوید وطباعت کا کام شروع کرنے سے پہلے نظام دکن کی حکومت کی طرف سے یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ طبع شدہ جلدوں کی ایک معقول تعداد خرید کر اس کارخیر میں عملی معاونت کی جائے گی اور اس معاہدہ کے سبب تفسیر کے سرورق پر نظام دکن کا نام طبع کرایا گیا تھا، لیکن مجھے جہاں تک علم ہے اس معاہدہ کی تکمیل نہیں کی گئی اور یوں یہ تمام بوجھ ابا جان کے ذاتی وسائل پر پڑا اور بصد حسرت وافسوس کام بند کرنا پڑا۔

جنگ کے خاتمہ پر دلی کے ایک تاجر شیخ اسماعیل جاپان والے نے ابا جان کے استاد حضرت مولانا قاری حاجی اسحاق صاحب سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ ایک معقول رقم کسی ایسے کارخیر میں لگانا چاہتے ہیں جس کی حضرت حاجی صاحب تحسین فرمائیں، حضرت موصوف کی بھی دلی خواہش تھی کہ کوئی صورت تفسیر مظہری کی ملتوی شدہ اشاعت کی تکمیل کی پیدا ہو، انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور سیٹھ کو اپنے فرزند قاری محمد یوسف کے ساتھ پانی پت روانہ کیا، یہ قاری محمد یوسف صاحب وہی بزرگ ہیں جو ہر جمعہ کو آل انڈیا ریڈیو دلی سے قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تھے اور ان کے مسحور کن حسن صوت پر تمام ہندوستان وجد کرتا تھا، مجھے جہاں تک یاد ہے قاری صاحب کی معیت میں سیٹھ اسماعیل دو یا تین بار پانی پت آئے اور ابا جان نے اپنے

استاد کی منظوری سے چند شرائط پر مکمل مسودہ جوان کی پوری زندگی کی کاوش کا نتیجہ تھا، بخوشی سیٹھ کے حوالہ کر دیا، شرائط یہ تھیں کہ سیٹھ تفسیر کو اسی شان واہتمام سے شائع کرائیں گے جس طرح تین جلدیں خود ابا جان نے طبع کرائی تھیں، سرورق پر مرتب ومصحح کے طور پر ابا جان کا نام باقی رہے گا، تا کہ علما وطلبا انہیں دعائے خیر میں یاد رکھیں، تفسیر کو کسی طور پر بھی تجارتی مقاصد کیلئے استعمال نہ کیا جائے گا، سرورق پر جہاں نظام دکن کا نام درج ہے اس جگہ پر سیٹھ صاحب کا نام درج کر دیا جائے گا، ابا جان نے کسی قسم کا معاوضہ یا حق المحنت لینے سے انکار کر دیا، البتہ طبع شدہ جلدوں پر جو حقیقتاً خرچ آیا تھا وہ سیٹھ صاحب ابا جان کو ادا کر دیں گے اور جو واجبات مطبع وغیرہ کے ابھی تک واجب الادا تھے وہ ادا کر کے تمام طبع شدہ جلدیں وصول کر لیں گے، افسوس کہ سیٹھ صاحب نے اس معاہدہ کی پابندی جیسا چاہیے تھا نہ کی، نہ صرف یہ کہ کتابت وطباعت کا معیار حد درجہ پست کر دیا بلکہ ابا جان کا نام ہی سرورق سے بالکل اڑا دیا اور آج اہل علم کو باستثنا شاذونادر یہ بھی علم نہیں کہ یہ بے بدل تفسیر کیونکر حیات نو حاصل کر پائی۔

ابا جان کو اس عہد شکنی کا اتنا صدمہ تھا کہ انہوں نے وہ رقم وصول کرنے سے انکار کر دیا جوان کی واجب الادا تھی لیکن سیر چشمی کا یہ عالم تھا کہ زندگی بھر اس واقع کا کبھی اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا۔

ابا جان کا قرآن پڑھنے کا انداز انتہائی دلکش اور دلنشین تھا، قطع نظر اس سے کہ علم قراءت میں مقام امامت حاصل تھا، قدرت نے آواز بہت خوبصورت عطا کی تھی، گویا اللہ نے انہیں لحن داؤدی میں سے ایک حصہ عطا فرمایا تھا، رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن سنایا کرتے تھے، جوانی میں عموماً دو جگہ پڑھتے تھے، پہلے اپنے ماموں کی مسجد میں سپارہ سناتے تھے پھر اپنے شاگرد قاری شیر محمد صاحب کے مدرسہ میں جو چول خاں دروازہ کے قریب واقع تھا اور جس کا نام قاری صاحب مرحوم نے اپنے مرشد روحانی حضرت حکیم الامت کے نام پر مدرسہ اشرفیہ رکھا تھا، میرے دیرینہ رفیق حافظ صغیر احمد خان شیروانی نے (جن کے والد حافظ بشیر احمد شیروانی مرحوم ابا کے دوست تھے) نہایت ثقہ راویوں کے حوالہ سے بیان کیا کہ ابا جان اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت شرف الدین بوعلی قلندر رحمہ اللہ کے مزار مبارک سے ملحق مسجد میں سات شب میں قرآن کریم سنایا کرتے تھے اور ان کے بعد ان کے برادر عم زاد حافظ قاری محمد ابراہیم صاحب نے یہ منصب سنبھالا، میرے علم میں یہ بات نہ تھی حافظ ابراہیم موصوف کا ذکر آگے آتا ہے۔

باجی سناتی ہیں کہ جب جوان بیٹے محمد مدنی کا انتقال شعبان ۱۳۴۶ھ (فروری ۱۹۲۸ء) میں ہو گیا تو اماں جان نے اصرار کیا کہ مسجد میں قرآن سنانے کے بعد آپ گھر میں آکر سنائیں گے تا کہ مجھے سکون ہو،

ابا جان بہت مضطرب تھے، ایک طرف بیوی کے دل کی حالت کا احساس تھا، دوسری طرف اپنے عزیز شاگرد قاری شیر محمد کی دل شکنی بھی گوارا نہ تھی، قاری شیر محمد صاحب نے اماں جان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے کہ آپا جان مجھے میری تقدیر کی اس سعادت سے محروم نہ کیجئے، میں خود آپ کیلئے اتنے قرآن کے پڑھنے والے بھیجوں گا کہ تمام رات آپ کو کلام اللہ سنایا جائے گا، سو اس سال کے رمضان میں یہی انتظام رہا کہ ابا جان نے حسب معمول دونوں جگہ قرآن سنایا اور قاری شیر محمد صاحب کے شاگردوں نے اماں جان کو تراویح پڑھوائیں، سچ ہے اللہ کے کلام سے زیادہ کوئی چیز بھی زخمی دل کو ڈھارس نہیں بندھاتی، خود قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "سن لو اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے" افسوس کہ اگلے رمضان سے پہلے ہی قاری شیر محمد صاحب بھی اپنے استاد کو داغ مفارقت دے گئے اور ابا جان کو ایک اور جانکاہ صدمہ سہنا پڑا، جب میں نے ہوش سنبھالا ہے تو ابا جان صرف گھر میں قرآن پڑھا کرتے تھے، روزہ کھول کر کچھ دیر استراحت فرماتے تھے اور پھر دونوں میاں بیوی نماز پر کھڑے ہو جاتے تھے، ابا جان امامت کرتے تھے اور اماں جان اور بھابھی جان مقتدی ہوتی تھیں، ہم بھائی جب اپنی اپنی محراب سنا کر واپس آتے تھے تو ابا جان ابھی پڑھتے ہوتے تھے، میرے پاس الفاظ نہیں بلکہ الفاظ میں وسعت بیان نہیں کہ میں ان کے پڑھنے کی کیفیت کی نقشہ کشی کر سکوں، رات کو سکوت میں ان کے صوت کی شیرینی ایک روحانی سحر کا اثر رکھتی تھی، یوں لگتا تھا کہ کائنات اپنے مرکز پر ساکن ہوگئی ہے، آسمان سے نور کی بارش ہوتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔

پانی پت میں رمضان کے آخری عشرہ میں "شبینوں" کا دستور تھا، یعنی حفاظ عشاء سے لے کر سحر تک تلاوت کلام پاک، نوافل یا تراویح کی نیت باندھ کر کیا کرتے تھے اور سننے والے حسب ہمت وشوق اقتداء میں نیت باندھ کر یا صرف بیٹھ کر سنا کرتے تھے، حفاظ صاحبان اپنے حوصلہ اور ہمت کے مطابق ایک سپارہ سے لے کر پندرہ سپارہ تک دو رکعات میں پڑھ لیا کرتے تھے، لیکن بعض مشہور شبینوں میں دستور ایک ہی سپارہ پڑھنے کا تھا، ابا جان بھی اپنے عقیدت مندوں کے اصرار پر نصف شب کے بعد اپنی تراویح سے فارغ ہو کر کہیں کہیں شریک ہوتے تھے، جب ان کے پڑھنے کی باری آتی تھی تو سننے والے پرے باندھ کر سنتے تھے، مقتدیوں کی صفیں بن جاتی تھیں، ان کا معمول تھا کہ ایک سپارہ روایت قالون میں پڑھتے تھے، ان کی آواز کی شیرینی، روایت قالون کا اپنا حسن، قرآن کے کلمات کی عظمت، آخر شب کا سماں، رمضان کی برکت، بس کیا کیفیت بیان کروں، آج بھی کچھ لوگ زندہ ہیں جنہوں نے ان کا پڑھنا سنا تھا، کہتے ہیں چالیس سال گزرنے کے بعد بھی یاد کرتے ہیں تو سرور کی ٹھنڈک روح کی گہرائیوں تک محسوس ہوتی ہے۔ (جاری ہے)

سید عبدالناصر ترمذی

ایک عجیب کرامت

حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ بڑے اونچے درجے کے اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں، آپ علم شریعت وطریقت کے جامع تھے، آپ کی یہ کرامت مشہور بلکہ درجہ تواتر تک پہنچ چکی ہے کہ جب آپ ۵۵۵ھ میں روضۂ نبوی کی زیارت کیلئے مدینہ منورہ پہنچے تو صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کیلئے روضۂ اقدس کے قریب پہنچ کر آپ نے آواز بلند ان الفاظ سے سلام عرض کیا السلام علیك یاجدی آپ پر سلام ہو اے میرے نانا، جواب میں روضۂ اطہر سے فوراً آواز آئی وعلیك السلام یاولدی میرے بیٹے تم پر بھی سلام ہو، اس آواز مبارک سے آپ پر وجد کی حالت طاری ہوگئی اور جوش محبت وفرط اشتیاق میں بے ساختہ یہ دو شعر پڑھے۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولة الاشباح قد حضرت
فامدد یمینك کی تحظی بها شفتی

یارسول اللہ (ﷺ) جب میں آپ سے دور تھا تو دوری کی حالت میں روضۂ اطہر پر اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا وہ میری طرف سے نائب اور قائم مقام بن کر آپ کی قدم بوسی کرجاتی تھی، آج جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے جسمانی طور پر دردولت کی حاضری نصیب ہوگئی ہے تو آپ اپنا دست مبارک بڑھا دیجئے تا کہ میرے ہونٹ اس سے سیراب اور فیض یاب ہوسکیں۔

ان اشعار کا پڑھنا تھا کہ اسی وقت روضۂ اقدس سے نبی اکرم ﷺ کا دست مبارک چمکتا ہوا ظاہر ہوا اور حضرت شیخ نے آگے بڑھ کر دست مبارک کا بوسہ لے لیا اور اس کے بعد دست مبارک پھر قبر شریف میں مخفی ہوگیا۔

اس وقت روضۂ اطہر پر تقریباً نوے ہزار عاشقان جمال محمدی ومشتاقان روضۂ نبوی کا مجمع تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور سرورکائنات فخر موجودات ﷺ کے دست مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے، انہیں میں قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بھی تھے (البنیان المشید بتغیر یسیر)

مولانا محمد عبداللہ چنیوٹی

نام رکھنے کے رہنما اصول

بچے کا اچھا نام رکھنا اس کا ایک بنیادی حق ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا باپ پر بچے کا یہ حق کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے (شعب الایمان) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ناموں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں (صحیح مسلم) اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان ناموں میں اللہ تعالیٰ کی بلندی کا اظہار ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء کے نام پر نام رکھو ۔

لہٰذا انبیاء کے ناموں کو اپنی اولاد کیلئے پسند کرنا چاہئے ، اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے بعض بچوں کے ایسے نام بھی رکھے جو اگر چہ معروف انبیاء کے نام تو نہیں مگر معنی کے لحاظ سے اچھے نام ہیں جیسے حسن اور حسین وغیرہ، والدین کی بھی ذمہ داری ہے کہ بچوں کے نام علماء کرام سے پوچھ کر رکھیں ، کیونکہ نام کا بھی شخصیت پر اثر پڑتا ہے اگر نام اچھا ہو تو اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں، نام تجویز کرنے کے سلسلے میں چند اہم ہدایات مدنظر رکھنی چاہئیں بعض لوگ قرآن مجید سے فال نکال کر اور تاریخ پیدائش کے اعداد کے ذریعے نام تجویز کرتے ہیں، یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے، البتہ کوئی تاریخی نام اس لئے رکھنا کہ سن پیدائش محفوظ ہو جائے یہ درست ہے، بچوں یا بچیوں کے نام بگاڑ کر پکارنا ٹھیک نہیں، جیسے میمونہ کو مونہ، غلام محمد کو گاماو غیرہ، اسی طرح عبدالقدوس، عبدالرزاق کو عبد کے بغیر پکارنا جیسے قدوس، رزاق وغیرہ یہ سخت منع ہے، اپنے آپ کو کسی خاص خاندان کی طرف غلط منسوب کرنا جیسے صدیقی و فاروقی ،عثمانی وغیرہ اس کی سخت ممانعت ہے، بچوں کے نام فرشتوں کے ناموں جیسے جبرئیل ، میکائیل وغیرہ پر رکھنے کی ممانعت ہے ،حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ برے ناموں کو تبدیل فرما دیتے تھے ، آپ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی باندی کا نام برہ سے بدل کر جویریہ رکھا ،حضرت عمر رضی اللہ کی بیٹی عاصیہ کا جمیلہ رکھا ، ایک صحابی کا نام احرم سے بدل کر زرعہ رکھا، آپ ﷺ نے عاص (نافرمان) عتلہ (شدسے) شیطان (سرکش) غراب (کوا) حباب (سانپ) شہاب (شعلہ) عزیز (صفت باری تعالیٰ) الحکم (صفت باری تعالیٰ) نام تبدیل فرمائے ،البتہ شہاب الدین، عبدالعزیز اور عبدالحکیم نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بعض لوگ خوبصورت اشیاء کے نام بچوں کے رکھ لیتے ہیں جیسے گلاب، کوثر، صبا، مہک، ریشم، گلناز وغیرہ، اگر چہ یہ نام برے نہیں لیکن ان سے مذہبی اخلاقی تہذیب ظاہر نہیں ہوتی، اس لئے ایسے نام رکھیں جو مذہبی اور اخلاقی طور پر صحیح ہوں۔

خواتین کا صفحہ

حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا ایک پاکباز صحابیہ

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ان خوش نصیب صحابیات میں سے ہیں جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی، ان کا اسم گرامی رمیصاء تھا، عہد رسالت میں ان کے کئی واقعات ایسے ہیں جنہوں نے ان کو صحابی خواتین میں ایک منفرد مقام عطا کیا ہے۔

ان کے نکاح کا واقعہ عجیب ہے، یہ اپنے نکاح سے پہلے اسلام لا چکی تھیں، حضرت ابوطلحہ جو بعد میں ان کے شوہر بنے اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوطلحہ نے کفر ہی کی حالت میں انہیں شادی کا پیغام دیا، اس کے جواب میں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا:

''ابوطلحہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم نے ایک ایسی لکڑی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جو زمین سے اُگی ہے اور اسے فلاں قبیلے کے ایک حبشی شخص نے گھڑا ہے؟

''ہاں جانتا ہوں'' ابوطلحہ نے کہا۔

''کیا تمہیں ایسی لکڑی کو معبود قرار دیتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ تم جیسے آدمی کا پیغام رد نہیں کیا جا سکتا، لیکن میں مسلمان ہو چکی ہوں اور تم ابھی کافر ہو، اگر تم اسلام لے آؤ تو مجھے اس کے سوا کوئی مہر نہیں چاہئے'' حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔

''لیکن تم تو اس مرتبے کی عورت ہو کہ یہ تمہارا مہر نہیں بن سکتا'' ابوطلحہ نے کہا۔

''پھر میرا مہر کیا ہو سکتا ہے؟'' حضرت ام سلیم نے پوچھا۔

''سونا، چاندی!'' ابوطلحہ نے جواب دیا۔

''لیکن مجھے نہ سونا چاہئے، نہ چاندی، میں تو تم سے بس اسلام چاہتی ہوں'' حضرت ام سلیم نے فرمایا۔

یہ سن کر حضرت ابوطلحہ کے دل میں اسلام گھر کر گیا، وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ ابوطلحہ کو آتے دیکھا تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

''ابوطلحہ تمہارے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ ان کی آنکھوں کے درمیان اسلام کا نور چمک رہا ہے۔'' اس کے بعد ابوطلحہ اسلام لائے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔

(سید فیضان علی)

بچوں کا صفحہ

صحابہ اور اطاعت رسول ﷺ

ایک دفعہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو ایک گھوڑا خرید لانے کا حکم دیا۔ وہ تین سو درہم میں گھوڑا خرید لایا اور گھوڑے کے مالک کو رقم دلوانے کیلئے ساتھ لے آیا، حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو طے شدہ دام بھی بتلائے گئے اور گھوڑا بھی پیش کر دیا گیا۔ آپ نے اندازہ کیا کہ گھوڑے کی قیمت تین سو درہم سے کہیں زائد ہے۔ چنانچہ آپ نے گھوڑے کے مالک سے کہا کہ آپ کا یہ گھوڑا تین سو درہم سے زائد قیمت کا ہے۔ کیا آپ چار سو درہم میں فروخت کریں گے؟ اس نے جواب دیا جیسے آپ کی مرضی، پھر فرمایا آپ کے گھوڑے کی قیمت چار سو درہم سے بھی زائد ہے، کیا آپ پانچ سو میں بیچیں گے؟ اس نے کہا کہ میں راضی ہوں، اس طرح حضرت جریر گھوڑے کی قیمت میں سو سو درہم کی زیادتی کرتے چلے گئے، بالآخر آٹھ سو درہم میں گھوڑا خرید لیا اور رقم مالک کے حوالے کر دی، آپ سے سوال کیا گیا کہ جب مالک تین سو درہم پر راضی تھا، آپ نے اسے آٹھ سو درہم دے کر اپنا نقصان کیوں مول لیا؟ آپ نے جواب دیا کہ گھوڑے کے مالک کو قیمت کا صحیح اندازہ نہیں تھا، میں نے خیر خواہی کرتے ہوئے اس کو پوری قیمت ادا کی ہے، کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ کہ ہمیشہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا میں نے اس وعدہ کا ایفاء کیا ہے۔ (احسان اللہ و جھوکہ)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ایک اعرابی

یحییٰ بن جعفر کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا فرمایا کہ ایک مرتبہ بیابان میں مجھے پانی کی شدید ضرورت لاحق ہوئی میرے پاس ایک اعرابی آیا، اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا، میں نے اس سے پانی مانگا اس نے انکار کیا اور کہا کہ پانچ درہم میں دوں گا، میں نے پانچ درہم دیکر وہ مشکیزہ لے لیا، پھر میں نے اس سے کہا کہ ستو کی طرف کچھ رغبت ہے؟ اس نے کہا لاؤ، میں نے اس کو ستو دیا جو روغن زیتون سے چرب کیا گیا تھا، وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا، اب اس کو پیاس لگی تو اس نے کہا ایک پیالہ پانی دیدیجیے، میں نے کہا کہ پانچ درہم میں ملے گا اس سے کم میں نہیں اور اس طرح اس کو وہ پانچ درہم دینے پڑے۔ (محمد عطا اللہ)

اچھی باتیں

☆علم کے بغیر آدمی ایک اندھے کی طرح ہے ☆دل کا سکون صرف اور صرف سچائی میں ہے ☆امن چاہتے ہو تو کان اور آنکھ استعمال کرو لیکن زبان بند رکھو ☆وہ آدمی کامل مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر رات سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا سوئے ☆موت آنے سے پہلے نیک کام غنیمت جانو۔ (محمد سعید)

امداد السائل فی الاحکام والمسائل — فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

الاستفتاء

حمل میں نکاح کرنا اور عدت طلاق

سوال: ایک عورت کنواری کو کسی کا حمل ہے حمل میں نکاح کر دیا نکاح کے بعد لڑکا پیدا ہوا لڑکے کے بعد پھر طلاق ہوئی آپ تحریر فرمائیں کہ کیا اس کی عدت ہے یا کہ نکاح کر دیں۔

الجواب: حمل میں نکاح کرنے سے نکاح صحیح ہو گیا اب جب طلاق ہو چکی تو اس کی عدت ضروری ہے، عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے، واللہ اعلم۔ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

عقیقہ کا شرعی حکم

سوال: عقیقہ کرنا کیسا ہے؟ کیا آدمی اپنی آخری عمر میں یا درمیان عمر میں عقیقہ کر سکتا ہے یا نہیں یا بالغ لڑکا؟ اور عقیقہ کا گوشت عقیقہ کرنے والا کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ایک گائے عمر اڑھائی سال میں کتنے آدمیوں کا عقیقہ ہو سکتا ہے کیا ایک آدمی اپنے ماں باپ اور چھوٹے بھائی اور خود آپ ایک گائے میں مل کر عقیقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟۔

الجواب: عقیقہ کرنا مستحب ہے، ساتویں روز بہتر ہے، بڑا ہو کر بھی عقیقہ ہو سکتا ہے حضور ﷺ نے بعد از نبوت اپنا عقیقہ خود کیا ہے، باقی عقیقہ کا گوشت اور جانور کی عمر اور اس کے اندر کتنے آدمیوں کا ملنا جائز ہے ان سب کا وہی حکم ہے جو قربانی کے گوشت اور جانور اور حصہ داروں کا حکم ہے یعنی عقیقہ کا گوشت خود عقیقہ کرنے والا بھی کھا سکتا ہے اور اڑھائی سال کی گائے کا عقیقہ میں ذبح کرنا اور اس میں سات آدمیوں تک شرکت جائز ہے چاہے وہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

مطلقہ کا نفقہ کب تک ہے اور کتنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ ایک شخص کے دو بیویاں ہیں اور دونوں سے اولاد نرینہ اور زرینہ موجود ہے، وہی شخص اگر پہلی بیوی کو عرصہ تقریباً سترہ سال بعد طلاق دیتا ہے تو کیا اس شخص کو اپنی بیوی کو تا عدت نان و نفقہ دینا ہے؟ اگر دینا ہے تو کس شرح سے، ماہوار یا یومیہ؟۔

الجواب: مطلقہ کا تا عدت نفقہ حیثیت کے مطابق دینا ضروری ہے اور جس طرح مرد و عورت طے کر لیں اور عورت رضامند ہو جائے اس طرح ہی دیں، عورت کو یومیہ نفقہ وصول کرنے کا بھی حق ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ماہواری مقرر ہو جائے۔ واللہ اعلم ۷ جمادی الاولی ۱۳۸۴ھ

اولاد کا خرچ والد کے ذمہ کب تک ہے؟

سوال: نرینہ اولاد کو تابلوغت خرچہ دینا لازم ہے؟ اگر ہے تو کس کس غرض کی خاطر کیونکہ انہوں نے تعلیم بھی لینی ہے جس میں دنیاوی اور دینی تعلیم ہے، کپڑے، خوراک، اخراجات، فیس اور چندہ وغیرہ بھی ہے، شادی وغیرہ بھی ہے۔

الجواب: بالغ ہونے تک اولاد کا خرچہ والد کے ذمہ ہے مگر خرچہ میں ضروری خرچہ سے مراد خوراک، کپڑا اور رہائش کی جگہ ہے اور اگر اولاد بالغ ہو کر اپنی ضروریات کے کسب پر قادر نہ ہو تو بھی والد پر ضروری خرچہ لازم ہے، اسی طرح دینی علم میں مشغول طالب علم کا خرچہ بھی والد کے ذمہ ہے، البتہ اگر نابالغ اولاد خود مالدار ہو تو اس کا خرچہ اس کے مال میں سے لازم ہے، والد کے ذمہ نہیں ہے، واللہ اعلم

۷؍جمادی الاولی ۱۳۸۴ھ

میت کے اظہار لاتعلقی سے ورثہ محروم نہ ہوں گے

سوال: مطلقہ بیوی سے ایک لڑکی بالغہ شادی شدہ ہے اور تین نابالغ لڑکے ہیں، دوسری بیوی سے ایک نابالغ لڑکا اور تین بالغ لڑکیاں ہیں اگر یہ شخص مطلقہ بیوی کی اولاد سے بے تعلق ہونا چاہے تو کیا اس شخص کی جائیداد تقسیم ہوگی یا نہ؟۔

الجواب: کوئی شخص اپنے بے تعلق ہونے کا اگر چہ اعلان بھی کردے مگر جبکہ شرعاً اس اولاد کا نسب اس شخص سے ثابت ہے تو وہ اولاد اس کی دوسری اولاد کی طرح اس کے ترکہ میں حقدار ہوگی اور اس کی جائیداد اس کی سب اولاد پر تقسیم ہوگی، بے تعلقی کے اظہار سے بے تعلق نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

۷؍جمادی الاولی ۱۳۸۴ھ

اولاد کا والدین کی خدمت نہ کرنا وراثت سے محروم نہ کرے گا

سوال: اگر اولاد اپنے والد کا ساتھ چھوڑ دے تو پھر کیا حکم ہے؟

الجواب: اولاد ساتھ چھوڑنے کے باوجود بھی نسب کے لحاظ سے اس کی اولاد ہے اور ان سب حقوق میں شریک ہے جو نسب کے متعلق شریعت نے مقرر کئے ہیں، واللہ اعلم۔ ۷؍جمادی الاولی ۱۳۸۴ھ

حرف ''ض'' کا صحیح مخرج

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حرف ''ض'' کا صحیح مخرج اور صفات ذاتیہ کیا ہیں، اگر حرف ضاد کو اپنے مخرج صحیح سے صفات ذاتیہ کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کی آواز سننے میں حرف ظا

کی آواز کے ساتھ مشابہ ہوگی یا حرف دال کی آواز کے ساتھ مشابہ ہوگی؟

ہمارے یہاں کے علماء کرام اس مسئلہ میں دو فریق ہیں، ایک فریق مشابہ بصوت ظا پڑھتے ہیں اور دوسرے فریق مشابہ بصوت دال پڑھتے ہیں، پس ان دونوں فریق میں سے کس کا تلفظ صحیح اور حق ہے اور حضرات ائمہ قراءت وائمہ فقہ ومحدثین ومفسرین کے قول وتعامل اس مسئلہ میں کیا ہیں۔

نیز علما مکہ ومدینہ کا تعامل بھی اس مسئلہ میں کیا ہے اور اس حرف کے تلفظ کے بارہ میں یہ اختلافی جھگڑا کب سے اور کس سے واقع ہوا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حافۂ لسان جبکہ اضراس علیا کی جڑوں سے ملے تو ض ''ضاد'' پیدا ہوتا ہے، بائیں طرف آسان ہے، رخوہ، اطباق، استعلاء، مجہورہ، مصمتہ، یہ ض کی صفات ذاتیہ ہیں، حرف ض کے تلفظ میں عامۃ الناس غلطی میں مبتلا ہیں، بلکہ مجودین کے ماسوا اہل علم بھی اس میں مبتلا ہیں ایک ض کا مخرج صحیح سے نکالنا مشکل دوسری طرف اس کی مشق سے بے پرواہی ہے، جس کے نتیجہ میں اس کے تلفظ میں بہت غلطیاں ہو رہی ہیں کوئی کچھ پڑھتا ہے دوسرا اس کے مغائر پڑھتا ہے، حرف ض ''ضاد'' کے تلفظ کرنے کی تین صورتیں ہیں (۱) ض ''ضاد'' کو ''دال'' کے مخرج سے نکالنا (۲) ض ''ضاد'' کو ظ، ظا کے مخرج سے نکالنا، یہ دونوں صورتیں بالکل غلط ہیں، کیونکہ حرف ض کو مخرج غیر سے پڑھا ہے (۳) ض کو اپنے مخرج صحیح سے نکالا جائے تو اس سے صوت مشابہ ''ظا'' پیدا ہوگی نہ صوت عین ظا کی، شرح قصیدہ نونیہ میں ہے لان الظاء تشارك الضاد في الاوصاف المذكورة غير الاستطالة فلذلك اشتد شبهته به و عسر التميز۔ نیز شرح شاطبی میں ہے ان هذه الثلاث اى الضاد والظاء والذال متشابهة في السمع والضاد لا تفترق عن الظاء الا باختلاف المخرج وزيادة الاستطالة في الضاد ولولا هما لكانت احدهما عين الاخرىٰ۔

ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ ض ''ضاد'' کی صوت ظ ''ظا'' کے مشابہ ہے۔ بہر کیف بعض کا د ''دال'' کے مخرج سے پڑھنا اور بعض کا ظ ''ظا'' کے مخرج سے پڑھنا غلط ہے، رہا جواز وفساد صلوٰۃ کا، سو ہر چند کہ اس میں روایات فقہیہ مخالف ہیں مگر ظاہراً نماز سب کی درست ہو جاتی ہے کیونکہ مقصد سب کا ض ''ضاد'' ہی ادا کرنے کا ہے صرف غلطی طریق اداء کے سمجھنے میں ہے اور تعامل اہل عرب غیر ضروری ہے خصوصاً جبکہ آجکل بجائے ق کے گ پڑھتے ہیں، الغرض تعامل علماء مکہ ومدینہ کوئی حجت نہیں۔

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: آسان فلکیات مرتب: حضرت مولانا ڈاکٹر اعجاز صاحب دامت برکاتہم
ناشر: مکتبہ الاسلام کورنگی کراچی صفحات ۱۴۲

دورحاضر میں علم فلکیات کی تعلیم وتعلم نہایت ضروری ہے، اگرچہ ماضی قریب میں یہ فن علماء کرام وطلبہ کیلئے کچھ عرصہ تک ایک اجنبی فن ہو کر رہ گیا تھا، لیکن چند مخصوص علماء کرام نے اس فن کو نئے سرے سے سہل تر انداز میں مرتب فرمایا۔

پیش نظر کتاب اسی موضوع پر ہے جس میں فلکیات کی بنیادی اصطلاحات کو اختصار مگر جامع طرز پر بیان کیا گیا ہے جسے حضرت مولانا ڈاکٹر اعجاز صاحب مدظلہم نے بڑی جانفشانی سے ترتیب دیا ہے، کتاب ہٰذا سات ابواب پر مشتمل ہے، باب اول میں فلکیات کی تعریف کےعلاوہ قمر وشہاب ثاقب اور سیارات وستارات کا تعارف پیش کیا گیا ہے، باب دوم میں نظام شمسی اور دیگر سیارات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں کتاب ھٰذا میں رویت ہلال، سمت قبلہ، نظام محدد، وقت، تقویم اور تخریج اوقات صلوٰۃ پر محققانہ انداز میں بحث کی گئی ہے، کتاب علماء وطلبہ کیلئے یکساں مفید ہے، نیز حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی دامت فیوضہم کی تقریظ وتوثیق نے کتاب کی اہمیت میں مزید نکھار پیدا کر دیا۔

نام کتاب: امرد پرستی کا وبال وعذاب مرتب: جناب صوفی محمد اقبال قریشی صاحب: صفحات:۲۲
قیمت: 9 روپے کے ڈاک ٹکٹ ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر

یوں تو منکر اور گناہ کا کرنا قبیح وشنیع ہے لیکن ان میں سے لواطت جیسا مکروہ فعل کچھ زیادہ ہی قبیح وشنیع ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی قابل ملامت بھی ہے اور فطرت سلیمہ کے خلاف بھی، یہی وجہ ہے کہ اس مکروہ فعل کیلئے سزائیں بھی بہت سخت اور اشد ہیں۔

کتاب ہٰذا اگرچہ بہت ہی مختصر ہے مگر اپنے موضوع پر جامع کتاب ہے، موصوف نے اس کتاب کو قرآنی آیات اور تفاسیر کے ذریعہ مدلل کرتے ہوئے چند ایک واقعات بیان فرما کر امت کو اس فعل شنیع سے باز رکھنے کی سعی کی ہے، اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق دے۔ (عابد محمود حقانی)

سید عبدالناصر ترمذی

اخبار الجامعہ

۲۲ر ذوالحجہ: تبلیغی جماعت میں مراکش سے تشریف لائے ہوئے معزز مہمان شیخ صبری جامعہ میں تشریف لائے اور صدر جامعہ سے ملاقات کی، بعد ازیں طلبہ سے عربی زبان میں نہایت عمدہ و مفید بیان فرمایا۔

۲۵ر ذوالحجہ: مناظر اسلام علامہ عبدالغفار تونسوی مدظلہ جامعہ میں تشریف لائے اور تین روز درجہ تخصص کے طلبہ کو رافضیت اور دیگر فرق باطلہ کے رد میں اسباق پڑھائے۔

۱۰ر محرم الحرام: صدر جامعہ نے درجہ تخصص فی الفقہ کے طلبہ اور سرگودھا سے تشریف لائے ہوئے مہمان حضرات کو مسلسل بیوم العاشوراء اور دیگر احادیث مسلسلہ کی اجازت عطا فرمائی اور اپنے مختصر بیان میں علم حدیث کے فوائد و اہمیت کو اجاگر کیا۔

۱۴ر محرم: صدر جامعہ کی خالہ محترمہ اور حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی کی بھتیجی انتقال فرما گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، آمین۔

۱۹ر محرم: صدر جامعہ چک نمبر 133 جنوبی تشریف لے گئے اور مسجد عمر کا سنگ بنیاد رکھا۔

۲۲ر محرم: صدر جامعہ مدرسہ امدادیہ فتحیہ تعلیم النساء بھلانوالی تشریف لے گئے اور ماہانہ اصلاحی درس دیا۔

۲۸ر محرم: بروز ہفتہ جامعہ میں درجہ کتب کے طلبہ کا تحریری امتحان شروع ہوا جو تین روز جاری رہا، بروز منگل تقریری امتحان ہوا، ان شاء اللہ ۵ صفر کو نتائج کا اعلان کیا جائے گا جس میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات بھی دیئے جائیں گے۔

دارالاقامہ کے اوپر 14x24 کے ہال اور 10x24 برآمدے کی تعمیر الحمدللہ مکمل ہو چکی ہے جبکہ مدرسۃ البنات کی دوسری منزل پر 14x24 کے ہال اور 10x24 کے برآمدہ کی تعمیر شروع ہو چکی ہے، قارئین سے درخواست ہے کہ تکمیل کیلئے خصوصی دعا فرمائیں۔

قارئین الحقانیہ متوجہ ہوں

ادارہ ماہنامہ الحقانیہ ملک کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے ساٹھ سالہ اجتماع منعقدہ 27-28-29 اپریل 2007ء کے موقع پر ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے اس لئے آئندہ شمارہ دو ماہ اپریل مئی کی اشاعت پر مشتمل ہوگا، قارئین نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

اے خدا ایں جامعہ قائم بدار   فیض او جاری بود لیل ونہار

جامعہ اشرفیہ لاہور کا سہ روزہ اجتماع

فضلاء جامعہ اشرفیہ لاہور کا ساٹھ سالہ (سہ روزہ) اجتماع ان شاء اللہ تعالیٰ

مورخہ 10-11-12 ربیع الثانی 1428ھ

بمطابق 27-28-29 اپریل 2007ء

بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار

منعقد ہو رہا ہے جس میں اندرون اور بیرون ملک سے ممتاز مذہبی، دینی اور علمی شخصیات شرکت کر رہی ہیں۔

اس موقع پر جامعہ کے ساٹھ سالہ فضلاء کی دستار بندی کے ساتھ ساتھ نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے فضلاء کو انعامات بھی دیئے جائیں گے۔

جامعہ کے سال تاسیس 1947ء سے لے کر 2006ء تک کے فضلاء سے فوری رابطے کی درخواست ہے تاکہ ان کے خورد ونوش اور رہائش کا بروقت نظم کیا جا سکے۔   والسلام

حافظ زبیر حسن کنونیز ساٹھ سالہ اجتماع جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور

برائے رابطہ: فہیم الحسن تھانوی نائب کنونیز ساٹھ سالہ اجتماع

موبائل: 0321-4119827-0300-8494782 فون نمبر: 042-7552772 فیکس: 042-7552986

ای میل: ummqura@brain.net.pk آواز سوال وجواب کیلئے: muftionline@hotmail.com

ویب سائٹ: www.ashrafia.org.pk al-islam.adu.pk